حبسیات

یعنی

ان ولاویز نظموں کا مجموعہ

جو

حضرت مولانا ظفر علی خاں مدظلہ العالی

نے

دوران قید فرنگ میں بمقام منٹگمری ارشاد فرمائیں

سنہ ۱۹۲۶ء

میں

زیر اہتمام سید لال شاہ صاحب
منصور سٹیم پریس لاہور میں چھپکر شائع ہوا

بار اول | تعداد اشاعت ۲۰۰۰ | قیمت عمر

حبسیات

یعنی

ان دلاویز نظموں کا مجموعہ

جو

حضرت مولانا ظفر علی خاں مدظلہ العالی

نے

دوران قید فرنگ میں بمقام منٹگمری ارشاد فرمائیں

سنہ ۱۹۲۶ء

میں

زیر اہتمام سید لال شاہ صاحب

منصور ستیم پریس لاہور میں چھپکر شائع ہو

راول   تعداد اشاعت ۲۰۰۰   قیمت عہ

حبسیات

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلیات

حمدِ ذوالجلال

پہنچتا ہی سر اک مہوش کے آگے وہ حیا اُس کا — کسی کو تشنہ لب رکھتا نہیں ہے لطف عام اُس کا

گواہی دے رہی ہے اُس کی یکتائی پہ ذات اُس کی — دوئی کے نقش سب جھوٹے ہیں سچا ایک نام اُس کا

ہر اک ذرہ فضا کا داستاں اُس کی سناتا ہے — ہر اک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اُس کا

نظام اپنا لئے پھرتا ہے گیا خورشید نورفشاں — ہزاروں ایسی دنیاؤں کو شامل ہے نظام اُس کا

میں اُس کو کعبہ و بتخانہ میں کیوں ڈھونڈنے جاؤں — مرے ٹوٹے ہوئے دل ہی کے اندر ہے مقام اُس کا

سراپا معصیت میں ہوں سراپا مغفرت وہ ہے — خطا کوشی روش میری خطا پوشی ہے کام اُس کا

مری افتادگی بھی میرے حق میں اُس کی رحمت تھی — کہ گرتے گرتے بھی میں نے لیا دامن ہے تھام اُس کا

وہ خود بھی بے نشاں ہے زخم بھی ہیں بے نشاں اُس کے — دیا ہے جو اُس نے جو چرکا نہیں ہے التیام اُس کا

عبودیت کو بھی گیا کیا مدارج اُس نے بخشے ہیں ۔ جہاں میں ان کے تھا ہر دو رسول اُس کا غلام اُس کا
ہوئی ختم اُس کی حجت اس زمیں کے بسنے والوں پر ۔ کہ پہنچا پایۂ اعجاز ان سب تک محمدؐ نے کلام اُس کا
بھلا سکتے ہیں اسے ہم کو کوئی کافر کور ورکر ۔ مگر تو راہِ نبی ساعت پر رہا ہو کر تمام اُس کا

نہ جا اُس کے تحمل پر کہ ہے بے ڈھب گرفت اُس کی
ڈر اُس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اُس کا

مناجات

الٰہی برقِ غیرت کی تڑپ مجھ کو عطا کر دے ۔ مجھے آتش زیرپا کو ساتھ ہی آتش نوا کر دے
میری تقریر کو اس سرا آلود میں کر وہ اثر پیدا ۔ کہ نالِ درد کے حلقوں میں اک محشر بپا کر دے
دیا ہو علم گر تو نے تو ساتھ اس کے عمل بھی دے ۔ کہ شرحِ لیس للانسان الا ما سعیٰ کر دے
بتا دوں گا کہ خاکِ ہندیوں اکسیر بنتی ہے ۔ میری پلکوں کو جاروبِ حریمِ مصطفیٰ کر دے
تمہارا قافلہ کچھ لٹ چکا اور کچھ ہے لٹنے کو ۔ رسول اللہ کو اس کی خبر بادِ صبا کر دے

جو مسلم ہو تو جاں ناموسِ ملت پر فدا کر دے ۔ خدا کا فرض اور اُس کے نبی کا قرض ادا کر دے
بھری محفل میں لا سکتا نہ ہو گر کفر ابلیس کی ۔ تو زنداں ہی میں جا کر روشن ایماں کا دیا کر دے
شہادت کی تمنا ہو تو انگریزی حکومت پر ۔ کسی مجلس کے اندر نکتہ چینی برملا کر دے

ضرورت ہو اب اُس ایجاد کی دانائے مغرب کو
جو اہلِ ہند کے دامن کو جوئی سے جدا کر دے

نکل آنے کو ہے سورج کہ مشرق میں اُجالا ہو
برس جائے کوئی بادل کہ گلشن کو ہرا کر دے

قفس کی تیلیوں پر آشیاں کا کاٹ کر رکھ دے
فلک سے گر پڑے بجلی کہ بلبل کو رہا کر دے

یہ ہر پہچان خاصانِ خدا کی ہر زمانہ میں
کہ خوش ہو کر خدا اُن کو گرفتارِ بلا کر دے

لیس کمثلہ شئ

وہ جس کی شان ہے لیس کمثلہ شئ
چھپا بھی ہے تو سراپردۂ ظہور میں ہو

برنگِ دورِ قمر جلوہ اُس کی قدرت کا
کبھی سنین میں ہے اور کبھی شہور میں ہو

کبھی کبھی ہے وہ اوجِ شعیر پر تاباں
کبھی کبھی وہ خراماں سوادِ طور میں ہو

کہیں نشانہ دہ یعقوب کا ہو کنعاں میں
کہیں ترانہ وہ داود کا زبور میں ہو

شرارِ جستہ کی شکل اُس کے وہم کا پرتو
تڑپ رہا میری خاکسترِ شعور میں ہو

جو اُس کو صورتِ اصلی میں دیکھنا چاہو
محمدِ عربی کی جبین کے نور میں ہے

پیغامِ جبریل

اِنْ ہُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی جس کی شان میں آیا ہے
رحمتِ عالم ہو کے کا کل تو اس مکتوب کو لایا ہے

منکشف اس نے کر دیئے سارے عَلَّمَ الْاَسْمَاء کے رموز
جن کو سمجھ کر خاک کے آگے قدس نے سر نیوڑایا ہے

جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِل اس کی زباں پر آتے ہی
کفر کے برج سبز فلک پر پرچم دین لہرایا ہے

اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا کہہ کے دینِ حق کو فروغ
پتھر کے یا مٹی کے بت اس نے لات و ہبل کو ڈھایا ہے

بت کی خدائی لے گئی کل ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْب
بال کس سے نقشہ توحید اس نے نیا کھنچوایا ہے

موت سے اس نے زیست نکالی زیست کو آب و رنگ دیا
قطرہ سے قلزم پتہ سے گلشن پیدا کر کے دکھایا ہے

دامنِ صحرا پہ بھی گماں تھا آنکھ کو دامن گلچیں کا
سایۂ جاں پرور اس نے جب اپنا ابرِ کرم برسایا ہے

جن کے مقدر میں تھی غلامی ان کو اس نے آزاد کیا
لوحِ بشر کی لوحِ جبیں سے اس نے یہ داغ مٹایا ہے

ابیض و اسود احمر و اصفر عالی و دانی خورد و بزرگ
سب کو بنا کر ایک ہی کنبہ ایک ہی گھر میں بسایا ہے

سطوتِ سیزر حشمتِ خاقاں صولتِ بہمن دولتِ جم
لغو ہیں یکسر اس نے یہ نکتہ دیدہ وروں کو سمجھایا ہے

خمِ فلاطوں خشک پڑا ہے ساغرِ جم میں بوند نہیں
تا بہ ابد وہ جام چلے گا اس نے جسے چھلکایا ہے

کون و مکاں سے آج تک اس کا جلوہ سمٹا جا نہ سکا
اک فقط انسان ہی کا ہے سینہ جس میں یہ نور سمایا ہے

موجِ نور

توحید کے ترانہ کی تانیں اڑائے جا / مطرب تمام رات یہی نغمہ گائے جا

ہر نغمہ سے خلا میں ملا کو ملائے جا / ہر زمزمہ سے نور کے دریا بہائے جا

ایک ایک تیری تال پہ سر جھومنے لگیں / ایک ایک سُر سے چوٹ جگر پر لگائے جا

ہر زیر و بم سے کرتہ و بالا دماغ کو / ہر گٹکری سے پیچ دلوں کے گھمائے جا

ناسوتیوں سے چھین کے صبر و قرار و ہوش / لاہوتیوں کو وجد کے عالم میں لائے جا

تڑپا چکیں جنہیں تری رنگینیاں اشیاں / اُن کو یہ چند شعر مرے بھی سنائے جا

اے رہ نوردِ مرحلہ ہفتخوانِ عشق / اس مرحلہ میں ہو قدم آگے بڑھائے جا

خاطر میں لا نہ اس کے نشیب و فراز کو / جو سختیاں بھی راہ میں آئیں اٹھائے جا

رکھتا ہے لاکھ سر بھی اگر اپنے دوش پر / نامِ محمدِ عربی پر کٹائے جا

وہ زخم جن لیا ہے جنہیں پشتِ غیر نے / حصے میں تیرے آئیں تو چہرے پہ کھائے جا

کرتا رہ استوار اساسِ حریمِ دیں / اور ساتھ ساتھ کفر کی بنیاد ڈھائے جا

چھلکائے جا پیالہ شرابِ حجاز کا / دو چار گھونٹ اس کے ہمیں بھی پلائے جا

سر پر اگر ہو تاج تو ہو دوش پر گلیم / دنیا کو شانِ یثربیوں کی دکھائے جا

رکھ مسندِ رسولؐ کی عزت کو برقرار / عثمان کے ہلال کا پرچم اڑائے جا

صاحبِ قابَ قوسین او ادنیٰ

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہیں تو ہو

پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اُس نورِ اولیں کا اُجالا تمہیں تو ہو

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تمہیں تو ہو

اس محفلِ شہود کی رونق تمہیں سے ہے
اس محملِ نمود کی لیلیٰ تمہیں تو ہو

جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو

جو ماسوا کی حد سے بھی آگے گزر گیا
اے رہ نوردِ جادۂ اسریٰ تمہیں تو ہو

پیتے ہی جس کے زندگیٔ جاوداں ملی
اُس جانفزا زلال کے مینا تمہیں تو ہو

اُٹھ اُٹھ کے لے رہا ہے جو پہلو میں چٹکیاں
وہ درد دل میں کر گئے پیدا تمہیں تو ہو

دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمہیں تو ہو

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمہیں تو ہو

بپتا سنائیں جا کے تمہارے سوا کسے
ہم بے کسانِ ہند کے ملجا تمہیں تو ہو

فریاد بحضور سرورِ کونین

اے خاورِ حجاز کے رخشندہ آفتاب
صبحِ ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب

زینت ازل کی ہے تو ہے رونق ابد کی تو
دونوں میں جلوہ ریز ہے تیری ہی آب و تاب

چوما ہے قدسیوں نے ترے آستانہ کو
تھامی ہے آسمان نے جھک کر تری رکاب

شایاں ہے تجھ کو سرورِ کونین کا لقب
نازاں ہے تجھ پہ رحمتِ دارین کا خطاب

برسا ہے شرق و غرب پہ ابرِ کرم ترا
آدم کی نسل پر ترے احساں ہیں بے حساب

پیدا ہوئی نہ تیری مواخات کی نظیر
لایا نہ کوئی تیری مساوات کا جواب

خیر البشر ہے تو تو ہے خیر الامم وہ قوم
جس کو ہے تیری ذاتِ گرامی سے انتساب

لیکن یہ قوم آج زمانہ میں ہے ذلیل
حالانکہ تھی تمام زمانہ کا انتخاب

مغرب کی دستبرد سے مشرق ہوا تباہ
ایماں کا خانہ کفر کے ہاتھوں ہوا خراب

صد ہا ترے غلام نصاریٰ کی قید میں
دن زندگی کے کاٹ رہے ہیں بصد عذاب

دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہر گھر ہے آج کل
اُمت تری رہینِ ستم ہائے بے حساب

پھر بھی ہے اُس کو لاج ترے نام پاک کی
پروانہ وار جس پہ تصدق ہیں شیخ و شاب

ہے اُن کے ایک ہاتھ میں سیفِ ید اللّٰہی
اور دوسرے میں ہے تری لائی ہوئی کتاب

یوں کفر کے ہجوم پہ گرتے ہیں ٹوٹ کر
شیطاں پہ آسماں سے گرے جس طرح شہاب

چہرے پہ زخم کھائے مگر منہ نہ پھر سکا — گلگونۂ عذار ہے اندیشۂ عقاب

یا ورنہ تجھ کو آئے تو ہندوستاں میں آ — اور دیکھ لے اُلٹ کے علمبار کا نقاب

اے قبلۂ دو عالم و اے کعبۂ دو کون — تیری دعا ہے حضرتِ باری میں مستجاب

یثرب کے سبز پردے سے باہر نکال کر — دونوں دعا کے ہاتھ بصد کرب و اضطراب

حق سے یہ عرض کر کہ ترے نامِ اعلام

عقبیٰ میں سرخرو ہوں تو دنیا میں کامیاب

شمعِ حرا

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں — اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

رحمت کی گھٹائیں پھیل گئیں افلاک کے گنبد گنبد پر — وحدت کی تجلّی کوندگئی آفاق کے سینازاروں میں

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو — یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا — وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر و عمر عثمان علی — ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

جس مکے کی اک ضرب سے بھی لب گنگ تھی کسریٰ کے — ہیں آج بھی ہم بے مایہ گدا اس سلک کے سرشاروں میں

ہم حق کے علم برداروں کا ہے اب بھی نعرۂ اللہ ہو ہی

بادل کی گرج تکبیروں میں بجلی کی تڑپ تلواروں میں

عشقِ رسول

پرستارانِ لات و منات و نسر کس زید کی کس کر | جب اس اسلام کے شیدا کو مقتل کی طرف لائے
قریش اپنے جلے تن کے پھپھولے پھوڑنے نکلے | گھروں سے رقصِ بسمل کا تماشا دیکھنے آئے
جبینِ حق پرست پر وہ رونق برستی تھی | کہ صبح اولیں کے نور کی بارش بھی شرمائے
یہ اطمینانِ خاطر دیکھ کر کفر اور جھلایا | دلوں کی تیرگی نے بدر کے داغ اور چمکائے
ابوسفیاں پکارا کیا ہی اچھا ہو محمد کو | ترے بدلے اگر جلاد خاک و خوں میں تڑپائے
تڑپ اٹھتا ہوں جب مجھ کو وہ فقرے یاد آتے ہیں | جو وقت ذبح اس عاشق نے جوش طرح دہرائے
مجھے نازاں ہی قسمت پر ہو گر نامِ محمد پر | یہ سر کٹ جائے اور تیرا سپاہی اس کو ٹھکرائے

یہ سب کچھ ہو گوارا پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا
کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا بھی چبھ جائے

رسمِ ادب

یہ ادب کی شرط تھی بزم میں وہ سر اٹھا کے گیا چلا | جو کہے الست بربکم تو نہیں سر جھکا کے کہیں بلیٰ
پسرِ خلیل کی سیکھ ادا جو ہے حج کی آرزو | کہ چھری ہے کے تو رکے مگر نہ سر کٹنے پائے تو لگا
نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی | جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

وہ جو سوتا ہو مدینہ میں کوئی کہ کے جا اس کو یہ دو خبر — چلی آ رہی ہیں وہ آندھیاں کہ چمن حضورؐ کا اجڑ گیا
لقبِ امتِ وسطاً دیا جنہیں تیرے فضل نے اے خدا — پس و پیش و راہ و چپ آج کیوں ہیں سختیوں میں گھرے

نگہِ کرم تری کس لئے ہے ستم زدوں سے پھری ہوئی
ہم اسی کے ہیں ترے لطف نے جسے دی تھی دید دہانے

سلفِ صالحین

وہ مسلمان کہاں اگلے زمانے والے — گردنِ قیصر و کسریٰ کو جھکانے والے
امتیازِ ابیض و اسود کا مٹانے والے — سبق انساں کو اخوت کا پڑھانے والے
بات کیا تھی کہ نہ روما سے نہ ایراں سے دبے — جذبۂ تربیت اونٹوں کے چرانے والے
بھید کیا تھا کہ جو آپس میں ملے تھے نہ کبھی — ہو گئے مشرق و مغرب کے ملانے والے
جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکا — بن گئے خاک کو اکسیر بنانے والے
پیشوائی کو نکل آئی خدائی ساری — گھر سے نکلے جو محمدؐ کے گھرانے والے
خم و خمخانہ بھی ہے مہر و نشاں بھی ہے وہی — نہیں ملتے ہیں مگر خم کے لنڈھانے والے
وہی میداں ہے گہر ریزہ ابھی تک لیکن — نظر آتے نہیں گوہر کے لٹانے والے
کیا سکھاتے ہیں قرآں کی حقیقت ہم کو — آج قرآں کی دولت کے چرانے والے
فیض کس کا ہے یہ اس پہ بھی کبھی غور کریں — اپنی تہذیب کا افسانہ سنانے والے

بادشاہی میں فقیری کا چلن رکھتے ہیں — دوش پر بارِ امانت کے اُٹھانے والے
نہ دبے ہیں کبھی باطل سے نہ دب سکتے ہیں — گردن اللہ کے رستے میں کٹانے والے

آشنا ذوقِ اسیری سے ہو میری مانند
شور کیسے ہوں اگر حلقہ میں لانے والے

بزم و رزم

سَیل کی طرح جو نکلے تھے بیابانوں سے — آب جو بن گئے گزرے جو خیابانوں سے
تھا جو اپنوں سے وہی لطف تھا بیگانوں سے — گردنیں دب گئیں اسلام کے احسانوں سے
وہ خود اُمّی تھے مگر کون و مکاں کے ہمراز — حکما سیکھ گئے اُن کے دبستانوں سے
اب جو آتی ہوئی ہے گلشنِ گیتی میں بہار — رنگ اُڑا لاتی ہے اُن کے ہی گلستانوں سے
اس کے پینے کے لئے چاہئے ظرفِ عالی — یہ شراب آتی ہے توحید کے خمخانوں سے
ہم بہ یکسمت عناں منزلِ سلمیٰ کی خبر — پوچھتا کیوں نہیں تیرے حدی خوانوں سے

پھر وہی غلغلہ آفاق میں ہوتا ہے بلند — شیر کی گونج پھر اُٹھی ہے نیستانوں سے
ہم نے دیکھا ہے ان آنکھوں سے اُدھر طارق کو — نعرہ خالد کا سنا ہے اِدھر ان کانوں سے
بوئے تیغ آتی ہے پہلوئے فلسطیں سے ہنوز — جوئے خوں بہنے کو ہے قدس کے میدانوں سے

سونپ دیں پرچمِ تثلیث کو بغداد و دمشق | نہیں اُمید یہ کعبہ کے نگہبانوں سے
کوردتی ہوئی آتی ہے حریفوں کی نظر | اک طرف ترکوں سے اور اک طرف افغانوں سے

مصر بے تاب ہو یا ہند ہو آتش بجگر
ہے یہ سب گرمیٔ ہنگامہ مسلمانوں سے

اخلاقِ مرتضوی

روایت ہے کہ اک سرکش یہودی | ہوا جنگ آزما شیرِ خدا سے
نہ تھا اس رمز سے شاید وہ آگاہ | کہ یہ کشتی وہ لڑتا ہے قضا سے
جو اپنی جان کا ہو آپ دشمن | وہی اُلجھے علیِؑ مرتضےٰ سے
ہوا واقف رمِ پہلی ہی پکڑ میں | علی کے زورِ حب آ دبا سے
زمیں پر آ رہا گرتا ہے جس طرح | خزاں کا آخری پتّا ہوا سے
کھڑی تھی موت اس کے سر پہ اس وقت | نہ تھا خس کو سفر سیلِ فنا سے
بنگِ ذوالفقار اُس کے لہو کے | نظر آتے تھے عرش و فرش پیاسے
یہودی نے یہ جب دیکھا کہ ہرگز | نہیں ممکن ہے بچنا اس بلا سے
مقابل چاند تھا تھوکا اسی پر | طبیعت کے پرانے اقتضا سے
کہ نکلے آخری نفرت کی حسرت | اسی حیلے دلِ کفر آشنا سے

یہ گستاخانہ یہ بیہودہ حرکت — جونہی سرزد ہوئی اس نامزا سے

معاً روکا علی نے ہاتھ اپنا — وہ جو دو ہاتھ آگے تھا قضا سے

کیا خوں بھی معاف اور یہ خطا بھی — نئے احساں سے تھے لبریز کاسے

جرائم سے نوازش کچھ سوا تھی — عطائیں بڑھتی جاتی تھیں خطا سے

یہودی بن گیا تصویرِ حیرت — امیر المومنیں کی اس ادا سے

لگا کہنے کہ اے سردارِ ذیجاہ — یہ سب کچھ کیوں ہے اور کس مدعا سے؟

مجھے کیوں آپ نے محروم رکھا — میسر مغلوب ہونے کی سزا سے؟

کیا کیوں میری اس حرکت سے اغماض؟ — جو ہے مذموم وہ کرتا تھا سے

مکافاتِ عمل کا یہ تصور — ہے بالاتر مری فکرِ رسا سے

جواب اس نکتۂ باریک کا یوں — ملا اس کو لبِ مشکل کشا سے

جو تو پوچھے تو غصہ آگیا تھا — مجھے اس تیرے فعلِ ناروا سے

مگر یہ غصہ رکھتا تھا تعلق — فقط میرے ہی نفسِ فتنہ زا سے

میں اس حالت میں تجھ کو قتل کرتا — تو ہوتا بہرہ ور کیونکر خدا سے

میں جو کام بھی کرتا ہوں اس میں — غرض ہوتی ہے مولا کی رضا سے

یہودی سن چکا اچھی طرح جب . . — یہ ارشاد انتہا تک ابتدا سے

پکار اٹھا کہ ہے اسلام سچا — ہے دنیا قائم اس دینِ ہدیٰ سے

تہی داماں رہا ہوں آج تک میں ‏ چنوں گا پھول اب اس بوستاں سے
میرا گھر شعلہ زارِ طور ہو گا ‏ اب اس شمعِ فروزاں کی ضیا سے

نہ سرتابی کروں گا آج کے بعد
خدا سے اور محمد مصطفیٰؐ سے

انسان کی آزادی کا اسلامی تصور

فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا

عمرو ابن العاص کے بیٹے نے مار لیے خطا ‏ مصر کے بازار میں اک قبطیِ ناشاد کو
اپنے گھر کی سلطنت تھی مدعی تھا نیرِ دل ‏ ضعف جس کا دے رہا تھا دعوتِ استبداد کو
کوئی طاقت دستگیری اس کی کر سکتی تھی ‏ قیصر و پاپا بھی آ سکتے نہ تھے امداد کو
ہاں مگر وہ عدل کا پیکر کہ اس کے عہد میں ‏ سر چھپانے کی جگہ ملتی نہ تھی بیداد کو
جس کی نظروں میں مسیحی اور مسلم ایک تھے ‏ جس نے قرباں کر دیا ایمان پر اولاد کو
جلوہ گر تھا تمکنت سے مسندِ اسلام پر ‏ سن رہا تھا قبطیِ مظلوم کی فریاد کو
مدعی سے آپ نے ملزم کو پٹوا کر دیا ‏ کر دیا پھر استوار انصاف کی بنیاد کو
جو نصیحت کی مسلمانوں کو اس وقت آپ نے ‏ درسِ عبرت ہے وہ اس دورِ ستم ایجاد کو
لوحِ دل پر نقش ہے فاروقِ اعظمؓ کا یہ قول ‏ ہم نہ بھولیں گے کبھی اس آپ کے ارشاد کو

آدمی پیدا ہوا آزاد ماں کے پیٹ سے ۔۔۔ کب سے تم لوگوں نے سمجھا ہے غلام آزاد کو

کاش یورپ جانے کوئی نکتہ وراد سبق

اٹھ گئے تہذیب انسانی کے اس استاد کو

علامہ احمد بن نصر محدث بغدادی کی شہادت



تھا پختہ یہ واثق کا عقیدہ کہ ہر اک شخص ۔۔۔ گردن زدنی ہے جو نہیں معتزلی ہے

احمد کی یہ حجت تھی کہ قرآں نہیں مخلوق ۔۔۔ تصنیف مصنف کی طرح لم یزلی ہے

شایاں نہیں مومن کو کہ ہو منکر رویت ۔۔۔ ایماں کی یہ تفسیر بعنوان جلی ہے

اس کلمہ حق پر انہیں ہونا تھا ہوئے قتل ۔۔۔ تقدیر یونہی تھی جو ٹلے گی نہ ٹلی ہے

سر نطع پہ لوٹا تو فرشتوں نے یہ سمجھا ۔۔۔ شاید یہ کوئی روضۂ رضوان کی کلی ہے

دوروں نے لیا تھام تو تھا لاش کا یہ رنگ ۔۔۔ گویا کہ ابھی نور کے سانچے میں ڈھلی ہے

احمد کا لہو آج بھی دیتا ہے شہادت ۔۔۔ قرآں کی ہر آیت ابدی ہے ازلی ہے

ہے سنت اسلام اسی خون کی سرخی

یہ فصل اسی خون سے پھولی ہے پھلی ہے



یومِ مستضعفین

یہ نکتہ اُمتِ مرحوم کو بھولا نہیں ہوگا | کہ اک دن کل جہاں میں غلبۂ دینِ مبیں ہوگا

وہ وقت آئے گا جب ایشیا کی طرح یورپ بھی | رسول اللہ کے خوانِ کرم سے ریزہ چیں ہوگا

شرابِ معرفت بھر دی گئی ہوگی پیالوں میں | خودی وا شد ہوائے کبر کھڑا روح الامیں ہوگا

مدارج طے بھی ہو جائیں گے ایمانِ کامل کے | یقیں عین الیقیں ہوتا ہوا حق الیقیں ہوگا

جھکا دے گا سرِ تسلیم فاسجد واقترب سن کر | کوئی کافر اگر مجلس میں بُت آذر تیں ہوگا

بجے گا سطوتِ کبریٰ کا ڈنکا ساری دنیا میں | زمیں ملکِ یمیں ہوگی فلک زیرِ نگیں ہوگا

خلافت اقتدار اپنا زمانے پر بٹھائے گی | مطاعِ دہر قسطنطنیہ کا مسند نشیں ہوگا

اڑا دیے جائیں گے ابلیس کے قانون کے پرزے | کتابِ عدل کا شیرازہ بند آئینِ دیں ہوگا

اسیرانِ جفا کی کاٹ دی جائیں گی زنجیریں | مگر خود ظلم کی گردن میں طوقِ آہنیں ہوگا

غلام آزاد ہوں گے تاکہ بخشا جائے تاج ان کو | جہاں میں عدل ہوگا لیکن احساں قریں ہوگا

ہر اک چھوٹا بڑا آزاد ہوگا فکرِ دنیا سے | نہ زید افسردہ دل ہوگا نہ عمرو اندوہگیں ہوگا

یہ سارے غیب کے اسرار اس دن منکشف ہوں گے
بلند آفاق میں اُس دن سرِ مستضعفیں ہوگا



"سلمت" پکاروں گا باندازِ براہیم | مسلم ہوں میرا شیوۂ دیرینہ ہے تسلیم

کی ہے مرے ہادی نے مجھے صبر کی تلقین | دی ہے مرے آقا نے رضا کی مجھے تعلیم

جاہل ہو مخاطب تو میں کہتا ہوں "سلاما" | بھولا نہیں میں اپنے پیمبر کی یہ تفہیم

دل جوئیِ اغیار مجھے مدِ نظر ہے | کرتا ہوں میں دنیا کے سب ادیان کی تکریم

لیکن میں پرستار نہیں خاکِ وطن کا | دیتا نہیں اس بت کو کبھی شکلِ تعظیم

قائل نہیں میں ہند کے ان فلسفیوں کا | جو ہم کو دلاتے ہیں یقیں از رہِ تحکیم

جب تک کہ نہ ہو تابعِ خاکِ وطن ایماں | اس ملک میں ممکن نہیں اک قوم کی تنظیم

ایمان تو اک نور ہے دل جس سے ہے روشن | اس نور پہ کب خاک کو ہو سکتی ہے تقدیم

میں پہلے مسلمان ہوں بعد اس کے ہوں کچھ اور | وہ بھی مری تخصیص تو یہ ہے مری تعمیم

از بسکہ رعیت ہوں میں شاہِ دوسرا کی | بستی ہو مری مشرق و مغرب کی ہر اقلیم

بخشی گئی دنیا بھی ملا دین بھی مجھ کو | جس وقت کہ اسلام کی دولت ہوئی تقسیم

اے دینِ مبیں ہند میں درپیش ہے تجھ کو | آج ایک نیا خوف نیا خطرہ نیا بیم

توحید کے فرزند ہیں کفار کی زد میں | اور سب سے بڑا حربۂ کافر ہے زر و سیم

ہم کفر کی شخون سے ڈرتے ہیں نہ ڈریں گے — پڑھتے ہیں جو کفار تو ہم پڑھتے ہیں حسم
ترسا ہو جو پیاسا بھی تو گنگا و جمن سے — لب تر نہ کرے جرعہ کش کوثر و تسنیم

بدلی ہے نہ بدلے گی مسلمان کی فطرت
اللہ کے قانون میں ہوتی نہیں ترمیم

نالہ کی رسائی

فغان درویش

خدایا تیرے گھر کی خاک کیوں اڑائی جا رہی ہے — قیامت وقت سے پہلے ہی آئی جا رہی کیوں ہے
بجائی جا رہی ہے اینٹ سے کیوں اینٹ کعبہ کی — خلیل اللہ کی بنیاد ڈھائی جا رہی کیوں ہے
جہاں آنکھوں پہ توحید کا نقارہ بجتا تھا — وہاں تثلیث کی گھنٹی بجائی جا رہی کیوں ہے
حرم سے پاسبانی جس کی یارب تجھ پہ لازم ہے — فرشتوں کی محافظ فوج اٹھائی جا رہی کیوں ہے
اڑائے جا رہے ہیں کس لئے پرزے خلافت کے — رسول اللہ کی دولت لٹائی جا رہی کیوں ہے
گران الدین عنداللہ الاسلام آج بھی سچ ہو — تو پھر اسلام پر آفت یہ لائی جا رہی کیوں ہے
وہ آگ اسلام کے اعدا کے خرمن کا جو حصہ تھی — محمد کے بھرے گھر میں لگائی جا رہی کیوں ہے
وہ تیغ اعدا کے سر پر جو بجلی بن کے گرتا تھا — ہماری گردنوں پر آزمائی جا رہی کیوں ہے
خدا کے نام پر مرمٹنے والوں کی صف ماتم — بلیبار او رسمرنا میں بچھائی جا رہی کیوں ہے

پرستش تیری اب بھی فرض ہر گبرِ آدم پر — رسول اللہ کی امت مٹائی جا رہی کیوں ہے

یہ ناز ہمتیں تیری ہیں شامل دشمنوں کو بھی — مگر یہ قوم یوں سر پر چڑھائی جا رہی کیوں ہے

پتنگ ابلیس کا تارا ہوا ہے کب سے گردوں کا — خدایا اس کو ڈور اتنی بڑھائی جا رہی کیوں ہے

تری غیرت کی بجلی تلملاتی کیوں نہیں یا رب
حریفوں کو جلال اپنا دکھاتی کیوں نہیں یا رب

صفیرِ سروش

فلا تعجل علیہم سن کے بھی تجھ کو نہ صبر آیا — مگر یہ ناصبوری مقتضا ہے تیری فطرت کا

نظر آتے تجھے معلول و علت کے نئے عالم — اٹھا سکتا اگر تو پردہ ایزد کی مشیت کا

تری آنکھوں سے اوجھل وہ حیاتِ نو تھی دنیا کی — تصرف جس میں پنہاں ہے خدا کے دستِ قدرت کا

وہ امت کی حیاتِ جاوداں کا ساز و ساماں ہے — تجھے فتنہ نظر آیا ہے بن کر جو قیامت کا

جسے تعبیر سیلابِ حوادث سے کیا تو نے — حقیقت میں وہ اک امڈا ہوا دریا ہے رحمت کا

سمجھتا ہے تباہی تو جسے اسلام والوں کی — وہ در اصل اک نیا انداز ہے احیائے ملت کا

حرم کیا ہے فقط اک جذبہ ہے جس کی جہانگیری — خراجِ اقلیمِ جاں سے لے کے لیتی ہے اخوت کا

فنا سامانیاں اس میں نہیں اینٹ پتھر کی — بگڑنا کس طرح ممکن ہے بن کر اس عمارت کا

یہ جو کچھ ہو رہا ہے، ہو رہا ہے ایک مقصد سے — تحفظ اس سے ہے مقصود ناموسِ شریعت کا

ڈبوئے جا رہے ہیں ہر طرف کفار کے بیڑے — مٹایا جا رہا ہے ہر طرف نقش ان کی عظمت کا

کہاں ہیں رو سناف اور مگتی کیا عظمت ان کی ۔ ابھی کل تک جہاں میں غلغلہ تھا جن کی صولت کا
کدھر ہیں ہاشمی اور کیا ہوئی اُن کی شہنشاہی ۔ کہ تھی عثمانیوں کے حق میں اک پرکالا آفت کا
خدائی کرنے والے مٹ گئے اور مٹتے جاتے ہیں ۔ وہی رہ جائیں گے کچھ پاس ہو جن کو امانت کا
خدا ہرگز نہیں کرتا فراموش اپنے بندوں کو ۔ اگر بندے ادا کرتے رہیں فرض اس کی طاعت کا
بڑھا ہو چاند گھٹ کر یہی ہے بہت شکر ۔ اسی انداز سے ہوگا عروج اک دن خلافت کا
انہیں آتش بجانوں کا حیات دہر پہ حق ہو ۔ کہ رکھتے ہوں سرِ شوریدہ میں سودا شہادت کا

مسلماں جی نہیں سکتا ہو مر لیتا نہیں جب تک
یہ دریا چڑھ نہیں سکتا اتر لیتا نہیں جب تک

ترک

کیا ظہور مہدی کے وعدے کے وفا ہونے کا وقت آیا ۔ گداؤں بے نوا کے بادشا ہونے کا وقت آیا
ظہورِ غلبۂ دینِ مبیں کی ساعت آ پہنچی ۔ جہاں میں حق کے باطل سے جدا ہونے کا وقت آیا
گھر آیا ابرِ رحمت ہر طرف سے بامِ گردوں پر ۔ سروں پر سایۂ لطفِ خدا ہونے کا وقت آیا
ہوا اللہ احد کے نغمہ کو سب تا بہ گلشن ۔ قفس سے عندلیبوں کے رہا ہونے کا وقت آیا
پسند آیا کشائش کو کسی کا عقدۂ مشکل ۔ رسول اللہ کے مشکل کشا ہونے کا وقت آیا
شرابِ جاں ہوئی گو رنگ دیتا سے شبہات ۔ زلالِ زندگی کے جانفزا ہونے کا وقت آیا

بنی تیغ آزمائی پاسباں شرعِ احمدی کی / خلافت کے نئے سر سے عطا ہونے کا وقت آیا

یہ جا کر دشمنانِ دینِ حق سے برملا کہہ دو / کہ تم سب کے زبوں ہو کر فنا ہونے کا وقت آیا

ہے اسلام اک سمندر اور ترک اک قطرہ ہے اس میں / اس اک قطرے سے اک طوفاں بپا ہونے کا وقت آیا

تواناؤں پہ کیوں کر ناتواں کو غلبہ ملتا ہے / ان آیاتِ مبیں کے رونما ہونے کا وقت آیا

اکیلا سارے یورپ سے پچھاڑا جا نہیں سکتا
کسی سے ترک کا لنگر اکھاڑا جا نہیں سکتا

امان اللہ خاں غازی

غمِ اُمت میں ہے چشمِ پیمبر اشکبار اب بھی / گہر ریزی میں ہے مصروف ابرِ نوبہار اب بھی

ہوا ہے دامنِ گلچیں ہی کوتہ ورنہ گلشن میں / وہی ہیں لالہ و گل اور وہی اُن کی بہار اب بھی

دلِ وحشی سے اس پھندے میں اُلجھا ہی نہیں جاتا / ہے برہم ورنہ پہلے کی طرح زلفِ نگار اب بھی

اگر پہلو میں دل ہو اور تڑپ اسلام کی اس میں / برس سکتا ہے ابرِ رحمتِ پروردگار اب بھی

سلیقہ مے کشی کا ہو تو کر سکتی ہے محفل میں / نگاہِ لطفِ ساقی مفلسی کا اعتبار اب بھی

گر اپنے خوں سے کر سکتا ہو تو اس کی حنا بندی / عروسِ ملک ہو سکتی ہے تجھ سے ہمکنار اب بھی

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو / اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اچھالی جس نے ہر طوفاں میں کشتی اہلِ ایماں کی / مسلمانوں کا بیڑا کر وہی سکتا ہے پار اب بھی

وہی ہے رشتہ جس نے ترک کا افغان سے جوڑا — وہی ہے ان کے اعدا کو جو کر سکتا ہے خوار اب بھی

وہی جس کے لطفِ خاص کے دیرینہ تقصیر — اخوت ہے مسلمانانِ عالم کا شعار اب بھی

مسلمانوں کی پھر منظور تھی اس کو سرفرازی
خدا نے کر دیا پیدا امان اللہ خاں غازی

عہد نامۂ سیورے

قدیم وضع پہ اندازۂ جہاں نہ رہا — مکیں رہے مگر ان کا کہیں مکاں نہ رہا

زمین پاؤں تلے سے نکلتی جاتی ہے — سروں پہ سایہ فگن تھا جو آسماں نہ رہا

ہوا اک ایسی یکایک چلی زمانے میں — کہ جس کے ہم تھے عنادل وہ گلستاں نہ رہا

وہ رونقیں نظر آتی نہیں خیاباں پہ — فضا وہ پہلی سی اگلا سا وہ سماں نہ رہا

وہ بوئے نسترن و یاسمین و گل نہ رہی — وہ رنگِ لالہ و نسرین و ارغواں نہ رہا

خموش ہے چمنستاں کہ شاخساروں میں — خروشِ نالۂ مرغانِ صبح خواں نہ رہا

یہ کہہ رہے ہیں نصاریٰ کہ آج دنیا میں — کہیں بھی سطوتِ اسلام کا نشاں نہ رہا

بچا حرم بھی نہ صید افگنوں کے ہاتھوں سے — سلامت ایک بھی طائر کا آشیاں نہ رہا

بھٹک رہے ہیں اندھیرے میں قافلے والے — کہ رہبری کے لئے میرِ کارواں نہ رہا

دلِ شکستہ کو امید عافیت نہ رہی — زبانِ بستہ کو یارائے الاماں نہ رہا

کبھی زمانہ میں ڈالا تھا غلغلہ جس نے — وہ نام زینتِ عنوانِ داستاں نہ رہا
زوالِ دولتِ عثماں پہ خوش نہ کیوں ہو رقیب — کہ اک حجاب جو حائل تھا درمیاں نہ رہا
ہزار سال وہ سر پھوڑتا رہا جس پر — ہزار حیف وہی سنگِ آستاں نہ رہا
گلہ ہے بخت کی نیرنگیوں سے لاحاصل — عبث ہے شکوہ کہ گنبد پہ گردگاں نہ رہا
گئی جو خاتمِ جم ہاتھ سے تو غم کیا — خدا تو سر پہ رہا گر خدایگاں نہ رہا
فلک نے بادہ کشوں کا الٹ دیا ساغر — تو کیا حجاز کا ساقی بھی مہرباں نہ رہا

بیا کہ قاعدۂ آسماں بگردانیم
قضا بگردشِ رطلِ گراں بگردانیم

نشأۃ الثانیہ

گر چشم جہاں بیں ہے تو نیرنگِ جہاں دیکھ — آفاق میں اللہ کی قدرت کے نشاں دیکھ
کس قطع سے دامانِ شبِ تار ہوا چاک — کس وضع سے خورشید ہوا جلوہ فشاں دیکھ
کس طرح ہری ہو گئیں سوکھی ہوئی شاخیں — رخصت ہوئی کیونکر چمنستاں سے خزاں دیکھ
جڑ رستی ہے کس انداز سے آتی ہوئی ٹہنی — کس شان سے ہر خوشہ میں اک گنجِ نہاں دیکھ
پھر دشت میں پھیلاؤ وہی ہے جو کبھی تھا — توحید کے دریا کو گراں تا بکراں دیکھ
پھر پرچمِ اسلام ہے عالم میں سرافراز — پھر دینِ ہدیٰ کی وہی شوکت وہی شاں دیکھ

پھر زمزمۂ نغمہ سرایانِ حرم سن | پھر قافلۂ شب رب دیکھا کور داں دیکھ
اللہ کی رحمت کے کرشموں پہ نظر کر | ڈوبے ہوئے بیڑے کے ابھرنے کا ساماں دیکھ
تفسیر سمجھنی ہو اگر کن فیکوں کی | تاثیرِ دعا ہائے شہِ کون و مکاں دیکھ
جو تخت پہ تھے تختہ ہے اُلٹا ہوا اُن کا | جو تھے سرِ انداز چمن ہی ان کی کماں دیکھ
اک حملے میں ترکوں نے لیا جا کے سمرنا | اک جست میں پہنچے ہیں کہاں سے کہاں دیکھ
اے نالۂ مظلوم کی تاثیر کے منکر | آتش زدہ یورپ ہے جو اٹھتا ہے دھواں دیکھ
وہ قصر جو اسلام کے کھنڈروں پہ بنا تھا | اب چاٹ رہی ہو اسے شعلوں کی زباں دیکھ
پھر گرم ہے بازار رسولِ عربی کا | اور جل کے ہوئی راکھ حریفوں کی دکاں دیکھ

جاروب کشانِ حرمِ مصطفوی کا
اللہ نے کس طرح کیا پلہ گراں دیکھ

چڑھی ندی کی ایک موج

مغلوب ہوئی روسِ پتھورا کی اگر فوج | تھا اس میں خطاوار نہ جے چند نہ تیج
یہ فوج کسی اور ہی طاقت سے ہوئی پست | غوری کو کسی اور ہی طاقت نے دیا اوج

یہ فتح تھی اسلام کے خونیں کفنوں کی
توحید کے چڑھتے ہوئے دریا کی تھی اک موج

یادِ ایام

وہ وقت بھی ہو یاد عزیزانِ وطن کو | کپڑا بھی نہ ملتا تھا شہیدوں کے کفن کو

چادر سے جو ڈھانپا نہ گیا لاشۂ مصعبؓ[1] | اذخر سے چھپاتے گئے عریانیٔ تن کو

جب بھوک لگی پیٹ سے پتھر ہی لیا باندھ | یوں رکھتے رہے روح نے بستہ بدن کو

وہ دن بھی پھر آئے کہ یہی بے سر و ساماں | خاطر میں نہ لاتے تھے سلاطینِ زمن کو

اللہ کے بندوں کا جب اُٹھتا تھا پھریرا | جھکتے ہی بن آتی تھی پرستارِ وثن کو

ہوتی تھی کسی رن میں اگر نیزہ کی حاجت | بڑھ کر وہ جھکا لیتے تھے سورج کی کرن کو

خنجر وہ لگاتے تھے کمر میں مہِ نو کا | لاتے تھے جلو کے لئے پروین و پرن کو

کافوری تھی شمع تو سونے کا لگن تھا | مومن کا یہ سامان تھا کافر کی جلن کو

تمہیدِ قیامت کی سمجھتی تھی خدائی | اسلام کے کھنچتے ہوئے ابرو کی شکن کو

اس رنگ میں بیٹھے تھے کہ مغرب سے اٹھی آندھی | اُٹھی اور اُڑا لے گئی یاروں کے چمن کو

رحمت کی گھٹائیں بھی مگر جھوم کے آئیں | اور دے گئیں رنگ چمن آتے ہی دمن کو

پھر تازہ ہوا قصہ حسینؓ ابنِ علیؓ کا | پھر زندہ مسلماں نے کیا رسمِ کہن کو

بھولے ہوئے بندے ہیں پھر آقا کے قدم میں | ڈالے ہوئے گردن میں اطاعت کی رسن کو

---

[1] حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔

جس روز سے بدلی ہے روش ہم نے خود اپنی — بدلا ہے خدا نے بھی زمانہ کے چلن کو
آتے ہیں نظر قاف سے تا قاف ہمیں ہم — پھر ہم نے ملایا ہے مراکش سے ختن کو
شمشیر تو عریاں تھی ستاروں کے کنارے — بوسہ کی تمنا ہے لبِ آبِ جمن کو
مشاطۂ پیری کی دعا بن گئی جس وقت — لائے ہیں چھپر کھٹ میں خلافت کی دلہن کو
پیغامِ بہار آکے نئے سر سے دیا ہے — گلشن میں صبا نے گل و نسرین و سمن کو

یہ نظم گہر ریز و گہر بیز کروں پیش
گر نذر میں دوں حضرتِ خاقانِ دکن کو

انگورہ

مصطفےٰ قایم نہ کرتا گر نظام انگورہ کا — کام گردن نے کیا ہی تھا تمام انگورہ کا
جا کے یورپ میں اڑا یا ملوکیت کی خاک — اپنی ٹاپوں سے سمندِ تیز گام انگورہ کا
اپنے جمہوری اصولوں پہ جو نازاں ہیں انہیں — محوِ حیرت کر رہا ہے انتظام انگورہ کا
اُٹھ کھڑے ہوں اپنے اپنے پاؤں پہ سب حق پرست — ساری دنیا کو یہ پہنچا ہے پیام انگورہ کا
دینِ حق کا پاسباں اس کو کیا اللہ نے — اس سے بھی اونچا ابھی ہوگا مقام انگورہ کا
حشر کے دن تک نہیں ہے جس کو خوفِ انفصام — ہے اسی حبل المتیں سے اعتصام انگورہ کا

لہ وہ مقام جس کی سرزمین قسطنطین شاہِ یونان کی فوجوں کے خون سے گلرنگ ہوئیں۔

لرزہ ہو جاتا ہے طاری کفر کے اندام پر — اس کے حلقوں میں جب آ جاتا ہے نام انگورہ کا

اس پہ بس چلتا نہیں پھر کیوں نہ کابل آئے کیں — دشمنانِ دینِ برحق انتقامِ انگورہ کا

ہے امان اللہ خاں بھی لیکن اس صہبا سے مست — جس کی زرخاری نے چھلکایا ہے جامِ انگورہ کا

آنے والی ہے وہ ساعت جب کہیں گے تباع — کابل و ہند و عراق و مصر و شام انگورہ کا

دیکھ لیں گے اپنی ان آنکھوں سے ہم خود ایک دن

دشمنانِ نوعِ انساں کو غلامِ انگورہ کا

گاندھی

بردولی سے پہلے

گاندھی نے آج جنگ کا اعلان کر دیا — باطل سے حق کو دست و گریباں کر دیا

سر رکھ دیا رضائے خدا کی حریم پر — خنجر کو پھر حوالۂ شیطان کر دیا

ہندوستاں میں ایک نئی روح پھونک کر — آزادیِ حیات کا ساماں کر دیا

دشمن ہیں اور دوست ہیں سینے ہوئے تیز — کتنا بڑا یہ ملک پہ احسان کر دیا

دے کر وطن کو ترکِ موالات کا سبق — ملت کی مشکلات کو آسان کر دیا

شیخ اور برہمن میں بڑھایا وہ اتحاد — گویا انہیں دو قالب یک جان کر دیا

اوراقِ جبر و جور و جفا کو بکھیر کر — شیرازہ سلطنت کا پریشاں کر دیا

ظلم وستم کی ناؤ ڈبونے کے واسطے　　قطرہ کو آنکھوں آنکھوں میں طوفان کر دیا
تن من کیا نثار خلافت کے نام پر　　سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا

پروردگار نے کہ وہ ہے منزلت شناس
گاندھی کو بھی یہ مرتبہ پہچان کر دیا

بردولی کے بعد

گاندھی کے اس بسے ہوئے گھر کو آہ آہ　　دستِ فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا
خود اس فدائے قوم کو چھ سال کے لئے　　سرکارِ ذی وقار کا مہمان کر دیا
قسمت نے ڈال کر اسے قیدِ فرنگ میں　　ہندوستاں کے جسم کو بے جان کر دیا
جاتے ہی اس کے ملک کی حالت بدل گئی　　انساں نے اپنے آپ کو حیوان کر دیا
فتنہ کہیں کیا جو لیبار کا بپا　　پیدا کہیں قضیۂ ملتان کر دیا
جاں سنگٹھن سے ہو گئی خطرہ میں مبتلا　　شدھی نے بڑھ کے رخنہ در ایمان کر دیا

ایمان نے آ کے شعلۂ غیرت کو دی ہوا　　روشن چراغِ دودۂ عثمان کر دیا
عثمانیوں کے خنجرِ خارا شگاف نے　　یورپ کے کافروں کو مسلمان کر دیا
دینِ مبیں کے مجدو شرف کے لزوم کو　　تمہیدِ عہد نامۂ لوزان کر دیا
مشرق کو زندہ کر نہیں سکتا خدا کبھی　　مغرب کے اس عقیدہ کا بطلان کر دیا

اس فتح نے زمانہ میں جس کی نہیں نظیر — سارے جہاں کی عقل کو حیران کر دیا
پھر ماجرا یہ کیا ہے کہ اپنی ہی فتح نے — اہلِ وطن کو سر بگریبان کر دیا
کس سمت سے ہوا یہ چلی جس نے یک بیک — دانشورانِ ہند کو نادان کر دیا
کیا سوچ کر انہوں نے جو تھے مصلحت پسند — ہر مصلحت کو گائے پہ قربان کر دیا
اپنے کئے پہ آپ پشیمان ہو گئے — اپنے چمن کو آپ بیابان کر دیا

واحسرتا کہ ہند کی آپس کی پھوٹ نے
خالی حریف کے لئے میدان کر دیا

مرقع

شعر کیا ہے؟ جمال کی تصویر — بال اور اس کی کھال کی تصویر!
نہ فقط نقشِ عارضِ زیبا — نہ فقط خط و خال کی تصویر!
بلکہ کل کائنات کی رونق — اور اس کے جمال کی تصویر!
ملتوں کی حیات کا معنی — اُمتوں کے مآل کی تصویر!
چند الفاظِ دلکش آجائیں — بن کے سحرِ حلال کی تصویر!
دیکھنی ہو اگر تمہیں منظور — آلِ عثماں کی حال کی تصویر!

نظر آ جائے گی مرقع میں | مصطفٰےؐ کے کمال کی تصویر
مشرقی کے عروج کا نقشہ | مغربی کے زوال کی تصویر
مجتبائی جمال کا پرتو | کبریائی جلال کی تصویر
رو حق میں جھکی ہوئی گردن | امر کے امتثال کی تصویر
ترک کی فتح کا تصور تک | تھا اک امر محال کی تصویر
گرچہ پھرتی تھی پھر بھی آنکھوں میں | درۂ دانیال کی تصویر
ہمت لازوال کی صورت | صولت بے مثال کی تصویر
اب اسی سے خرام کا انداز | ہے قیامت کی چال کی تصویر
رزمگہ اس کی بدر کا منظر | علم اس کا ہلال کی تصویر
اس سے کل کے حریف آج بنے | اس کی صف نعال کی تصویر
دیکھو ان سب کی صورتیں جاکر | موبمو ہیں وبال کی تصویر
کوئی ہے اضطراب کی تمثال | کوئی ہے انفعال کی تصویر
کوئی بغض و عناد کا پیکر | کوئی رنج و ملال کی تصویر

منگری میں بیٹھ کر کھینچی
میں نے دنیا کے حال کی تصویر

شرارت کی جڑ

سب تیری سمیٹی ہوئی دولت ہوئی غارت — بنتے ہی بگڑ کیوں گئی قسمت تری بھارت
گاندھی کی بسائی ہوئی بستی ہوئی برباد — دو سال کی محنت ہوئی پل بھر میں اکارت
ہم ڈھونڈنے نکلے ہیں کھنڈر اس کے ثریٰ میں — تھی بام ثریا سے بھی اونچی جو عمارت
گرمانے تھے جس سے ٹھٹھرتے ہوئے اعضا — باقی نہ رہی جسم کے اندر وہ حرارت
اس خون کا اک قطرہ بھی دل میں نہیں موجود — جس سے دمِ شمشیر کی ہوتی تھی طہارت
رہ رو تو بہت ہیں مگر ایسا کوئی رہبر — ملتا نہیں رکھتا ہو جو آنکھوں میں بصارت
دہلیزِ حکومت پہ سرِ عجز جھکا کر — لینا بہت آسان ہے قلمدانِ وزارت
گرتے ہوؤں کو بھی کوئی تھامے یہ ہے دشوار — پیدا نہیں کرتا کوئی اس فن میں مہارت
کیوں ہند کی تقدیر نے کھایا ہے یہ پلٹا — بوجھی گئی اب تک نہ کسی سے یہ بجھارت
مسلم کی خطا ہے نہ ہنود ہی کی تقصیر — یہ سب ہے خطا ایک برہمن کی شرارت

قسمت

ہند میں بستا ہوا تیمور کا گھر لٹ گیا — چھین لی انگریز نے دلی جو چھینی ہوئی
ملک کی پھوٹی ہوئی قسمت کو اب کیا روئیے — ایک ٹھوکر میں پھٹی تھی جو چھٹی ہوئی

آصفِ جاہ سابع اور سمرنا

اے کہ دردِ دلِ اسلام سے بے تاب ہے تو
جس کی تعبیر میری زیست ہو وہ خواب ہے تو

اے گدازِ جگرِ خستۂ اربابِ نظر
دلِ بستہ ہے اگر کعبہ تو محراب ہے تو

بسملِ تیری بھی ہو رقص کناں میری طرح
گرچہ میں ذرہ ہوں اور مہرِ جہاں تاب ہے تو

بےکسی قوم کی آخر تجھے تڑپا ہی گئی
کیوں نہ موجوش رگِ دودۂ خطاب ہے تو

فرض اپنا یونہی عثمان علی خاں پہچان
اے کہ میرے لیے مستغنی از القاب ہے تو

اے سمرنا کی زمیں تجھ پہ خدا کی رحمت
خونِ اسلام کے چھڑکاؤ سے سیراب ہے تو

ارغواں پاش ترے فیض سے ہو دیدۂ تر
ریزشِ اشک کو سرمایۂ عناب ہے تو

عرش تھرائے نہ کیوں فرش لرز جائے نہ کیوں
آہ تیرا ہے تو نالہ بیتاب ہے تو

آلِ عثمان کی عزت کی حفاظت کی طرف
کسی غیور کی غیرت کی عناں تاب ہے تو

تختۂ یوناں کا الٹ کفر کے بیڑے کو ڈبو
جیسے خود خون کے سیلاب میں غرقاب ہے تو

صلیب و ہلال

جو کشمکش ہے آج صلیب و ہلال میں
گزری نہ تھی کبھی مرے وہم و خیال میں

حق پابگل ہے باطلوں کے کنارہ پر
باطل ہے سربلند دیر دانیال میں

لہرا رہا ہے بام حرم پر لوائے کفر
لپٹا ہوا ہے کعبہ گلیم ضلال میں

اقصائے شرق و غرب میں اک حشر ہے بپا
پھیلا ہوا ہے فتنہ جنوب و شمال میں

وہ زخم دل کشا نئے سر سے ہرے ہوئے
آنے نہ پائے تھے جو ابھی اندمال میں

مسلم کے خوں سے مشرق و مغرب ہے لالہ زار
گزرے ہیں سات سال جدال و قتال میں

شیوہ بنا ہے دست خوش صولت فرنگ
سب فرق مٹ گیا ہے حرام و حلال میں

یزدانیوں کے صبر و رضا کا ہے امتحان
طاغوتیوں کی دستگہ اشتعال میں

بد حال اپنے دوست کی امت کو دیکھ کر
بل پڑ گیا خدا کی جبین جلال میں

پہلے تھی ہم سے کفر کی اب ہے خدا سے جنگ
کچھ شک نہیں رہا ہے اب اس کے زوال میں

گورا رنگ

کمزور کو لوٹ اور بہنتوں کا گلا کاٹ
کس سے تجھے اندیشہ کس کی تجھے چوری

اس عہد کی تہذیب کے نقشے پہ عمل کر
سب کچھ یہ روا ہے تری رنگت جو ہو گوری

شکوہ

عرش کو حسرتِ اقبال سے جا کر پوچھا — لے کے دنیائے سخن میں تری تمثال نہیں
ماجرا کیا ہے کہ کچھ روز سے خاموش ہے تو — گرمِ پرواز ترا فکرِ سبک بال نہیں
بزم کہتی ہے کہ تو جب سے نہیں زمزمہ سنج — کسی آہنگ میں وہ سُر نہیں وہ تال نہیں
باندھنے کے لیے مضموں نہیں ملتے تجھ کو — یا روانی پہ تری طبع ہی فی الحال نہیں
کونسا دن ہے کہ سر پر کوئی بجلی نہ گری — کونسی شب ہے کہ آیا کوئی بھونچال نہیں
کونسا گوشہ ہے ماتم نہیں جس میں برپا — کونسا خطہ ہے جو مضطرب الحال نہیں
شاہزادے سے عقیدت نہیں کس بستی کو — کشورِ ہند کے کس شہر میں ہڑتال نہیں
یہ مباحث ترے نزدیک ہیں فرسودہ اگر — تو خلافت کے مضامین تو پامال نہیں
ان معارف ہی سے کر آ کے جہادِ اکبر — شیخ کو تجھ سے تقاضائے زر و مال نہیں
کب جنوں مصلحت اندیش ہوا کرتا ہے — آج کیوں یاد تجھے اپنے ہی اقوال نہیں

تنت کے وقت میں یاروں سے نہ منہ پھیر کے تو
دولتِ اسلام کی ہے کفر کا اقبال نہیں

لمعات

میانوں سے نکل آئیں تڑپ کر پھر وہ شمشیریں
پلٹ دی ہیں جنہوں نے شرق و مغرب کی تقدیریں

وہ شمع مہر پھیلا پھر نگار آرائے محفل ہے
ہیں پروانے کی خاکستر میں تمثال حباب کی تنویریں

پنپتا ہے زمانہ دنیا میں پھر اس کو یقین تک
بلند اک ساتھ ہوتی ہیں مسلمانوں کی تکبیریں

جگر کو تھامتیں نہیں نمایاں حق کو بہت گریاں
عبث ہیں سب یہ ترکیبیں غلط ہیں سب یہ تدبیریں

جنوں جب کارفرما ہو تو کام آتی نہیں اصلا
یہ تادیبیں یہ تہدیدیں یہ تنبیہیں یہ تقریریں

دھواں اٹھے تو سمجھو شعلہ بھی ہوگا بلند اس سے
نمایاں خود بخود آہوں سے ہو جاتی ہیں تاثیریں

ادھر انگورہ و کابل ادھر بغداد اور دہلی
وہ سب جنت پیمبر کی یہ سب امت کی تقصیریں

وہاں توحید کی باتیں یہاں تثلیث کی گھاتیں
وہ سب مومن کی ہیں میراث یہ سب کافر کی جاگیریں

امان اللہ خاں احمد مصطفیٰ کو دکھلا کر
نہ دیکھی ہوں اگر اسلام کی غیرت کی تصویریں

عجب کیا ہو کہ شردھانند بھی اک دن مسلماں ہو
لہو اسلام کا ٹپکے اگر کافر کا دل چیریں

"رام راج"

یہ تو ممکن ہے کہ ہو پنجاب میں اسلام راج ، یہ نہیں ممکن کہ پھر قائم یہاں ہو رام راج
یوں ہی گر ہوتی رہی ناممکن اور ممکن کی بحث اٹھ نہیں سکتا قیامت تک بھی یہ رام راج

آصفجاہِ ہفتم کی یادیں

وصالِ نہیں ہے گل و لالہ کا غبار ابھی — برس کچھ اور بھی اے ابرِ نو بہار ابھی

زبانِ حال سے کہتا ہے قصرِ زار ابھی — ہیں عنکبوت کے گھر بہت سے تار ابھی

نہ چنگیز ہی باقی رہے نہ ردیناف — مٹیں گے اور بھی یورپ کے نامدار ابھی

کیا جنہوں نے محمد کے دین کو رسوا — وہ ہونے والے ہیں خود بھی ذلیل و خوار ابھی

بدل چکا ہے بدلتا ہے اور بدلے گا — بہت سے رنگ یہ چرخِ ستیزہ کار ابھی

عجب نہیں ہے کہ پیدا رہونے والا ہو — نئی ادا سے کوئی فتنۂ شتیار ابھی

نقاب اُلٹ کے تجلی دکھانے والا ہو — سوادِ مشرقِ مسلے کا شہسوار ابھی

بہار سر پہ ہے اے پنجۂ جنوں پھر کیوں — کیا نہ تو نے گریباں کو تار تار ابھی

نہیں کرشمۂ ساقی کی اس میں کچھ تقصیر — کچھ اہلِ بزم جو بیٹھے ہیں ہوشیار ابھی

نگاہِ ناز سے کیا شکوہ بوالہوس کو۔ اگر — نہیں ہوا ہے یہ ناوک جگر کے پار ابھی

ہے اُس پہ حیف جو کہلائے مصطفےٰ کا غلام — مگر ہوا نہ خلافت پہ ہو نثار ابھی

اگرچہ جنگ سے انگریزی خراسے تیسا — نہیں ہے صلح کا میکن کچھ اعتبار ابھی

کہاں سے امن ہو قایم کہ لارڈ کرزن پر ۔ — نہیں ہوئی ہے حقیقت یہ آشکار ابھی

سلہ آشوب چشم کا خاندان تک روس کا شاہی خاندان تک سیف الملۃ والدین غازی ازل اللہ خان ۔

کہ عبدِ وُد کو جھٹک کر گرایا تھا جس نے دو نیم   نہیں گری ہے وہ شمشیرِ آبدار ابھی

کمی نہیں اسد اللہیوں کی دُنیا میں   وہ اُن کی تیغ ہے ہمرنگِ ذوالفقار ابھی

زمانہ جس کی تجلی سے جگمگا اُٹھا   ہے جلوہ ریز وہ خورشیدِ زرنگار ابھی

محمدِ عربی کے جلال کا پرتو   ہے شکلِ غازیِ اعظم سے آشکار ابھی

جنابِ حضرتِ عبدالحمید خاں کے لئے   کھنچا ہوا ہے وہ آفت ربا حصار ابھی

جسے محاصرۂ کفر سے چھڑانے کو   پڑا ہے لشکرِ اسلام بے شمار ابھی

خدا ابھی زندہ ہے اُس کا کلام بھی زندہ   اساسِ سطوتِ کبریٰ ہے استوار ابھی

حیاتِ دہر شہادت کے ساتھ ملتی ہے   فنا کی رمزِ بقا کی ہے رازدار ابھی

دکن کے باغ میں چھائی ہوئی تھی خاموشی   سنا ہے میں نے مگر نغمۂ ہزار ابھی

یہ نغمہ ہو نسیمِ گل کی کہیں نہ تمہید   میرے قفس کی فضا کو ہے جس سے عار ابھی

خدا کا سایہ ترے سر پہ آصفِ ہفتم   کہ تو ہے ہند میں ملت کا افتخار ابھی

چھپا سکی نہ زباں تیری از سوزِ دروں   ہے جس سے سینۂ اسلام فیضدار ابھی

سبب یہی رحمتِ پروردگارِ عالمیاں   کہ ہیں زمانہ میں تجھ جیسے بیدار ابھی

ہیں تر زباں تری تعریف میں صد ہا انگریز   وہ بیٹھے ہیں خموش مگر یار ابھی

دکن بھی دولتِ کابل کی طرح ہو آزاد   بڑھے کچھ اور بھی اسلام کا وقار ابھی

۱؎ یہ کہہ رہی ہے پلٹ کر نگاہ یار ابھی   زمانہ اور بھی بدلے گا ایک بار ابھی
(میر عثمان علیخاں)

زندگی

برتر از اندیشۂ دار و رسن ہے زندگی — کشفِ اسرارِ "انا" "تو" "من" ہے زندگی
رینگتے کیڑے ہیں اور تجھ میں رہا کیا فرق اگر — ہم نشیں بس اتحادِ جان و تن ہے زندگی
دوسروں سے اپنی ہستی کا کرانا اعتراف — جس سے پیدا یہ لیاقت ہو وہ فن ہے زندگی
زندگی ہے اس سے بھی پاکیزہ تر جذبے کی گونج — گرچہ جوشِ جذبۂ حبِ وطن ہے زندگی
درد ہو دل میں تو مٹ جاتا ہے فرقِ نسل و رنگ — دل کے اندر سارے عالم کی لگن ہے زندگی
زندگی ہے گردشِ پیمانۂ جامِ الست — شیوۂ تجدیدِ پیمانِ کہن ہے زندگی
پھیلتی اور پھولتی پھلتی ہوئی وہ شاخِ سبز — جس سے ہو کافر کے سینے میں جلن ہے زندگی
رہ نوردِ کعبہ سے اس کی حقیقت پوچھ دیکھ — پاؤں کے چھالے میں کانٹے کی چبھن ہے زندگی
جب نقاب اٹھا تو تھی اک مالکِ دیرینہ سال — یوں نکھر کر اک نئی سنوری دلہن ہے زندگی
ہے اسیری بھی ستم کش کے لئے لطفِ حیات — حضرتِ اقبال کو لطفِ سخن ہے زندگی

سعادتِ ازلی

اللہ کے جوارِ رضا سے کبھی جدا — کرتی نہیں شقی کی معیت سعید کو
شیطان ساتھ ساتھ بشکلِ یزید تھا — لیکن یزید کر نہ سکا بایزید کو

اورنگ زیب کی زنار سوزیوں کا افسانہ

کہتے ہیں کھانا نہ کھاتا تھا کبھی اورنگ زیب
بتکدے جس وقت تک وہ چار ڈھا لیتا نہ تھا

تکیہ بستر پہ لگا کر وہ نہ بیٹھا تھا کبھی
مندروں کی مسجدیں جب تک بنا لیتا نہ تھا

بات اک کرنی اُسے دشوار تھی ربائیں
کلمہ جب تک بت پرستوں کو پڑھا لیتا نہ تھا

لوٹتا رہتا تھا انگاروں پہ اگلی صبح تک
آگ میں زنار اگر من بھر جلا لیتا نہ تھا

تیغ کو رکھتا تھا عریاں ہاتھ میں جس وقت تک
ہندوؤں کے خوں سے پیاس اس کی بجھا لیتا نہ تھا

کوئی دن ایسا نہیں گزرا ہے اس کے عہد میں
جب وہ گنتی کلمہ گویوں کی بڑھا لیتا نہ تھا

گر یہ سچ ہے پھر یہ سب ہندو کہاں سے آ گئے؟
ہوں گے تارے ٹوٹ کر جو آسماں سے آ گئے!

آموختہ

دیے چند ان کے لئے جو زنداں میں بند تجھ کو
تو شکر حق کر کہ راہِ حق میں پہنچ رہا ہے گزند تجھ کو

جن زندانیوں میں بخشے حیاتِ جاوید یا
اُس امتحاں کے لئے کیا ہو ترے خدا نے پسند تجھ کو

جو تجھ کو بیوا چھوڑ دیا سمجھ کے صید زبوں تو کیا تھا
کشاں کشاں لے گئی حرم تک تو خود اس کی کمند تجھ کو

حسین کا سر جو آسماں پر کہ رہ چکا تھا کبھی سنان
تو کم سے کم سر کیف تو ہو جاؤ جو سر کرتا بلند تجھ کو

بھرا ہوا زہر کا پیالہ جو آگے آئے تو اس کو جھٹ پی
کہ گھول کر دے رہ ہو گویا حریف بہا عزیز قند تجھ کو

زمیں کو نرمنا فلک کو چکر دہر کیتی گرما نجم کو تڑپا
ملا ہے فطرت کی ارجمندی سے دل اگر درد مند تجھ کو

وہی ہو انداز بسملی کا جو شیوہ ترک نیم جاں ہے
اگر کشا ناپڑے محمدؐ کے نام پہ بند بند تجھ کو

یہ چند نکتے ہیں اس سبق کے جو تو کبھی بار پڑھ چکا ہو
وہی بھلائی ہوئی حقیقت بھاؤں پھر نا پسند تجھ کو

مضی ماضی

کچھ آج اپنی مصیبت کا ماجرا کہئے
مگر جو سکیئے وہ سچ کہئے اور بجا کہئے

ہر اک جفا کی حقیقت الگ الگ کہئے
ہر ایک ظلم کا قصہ جدا جدا کہئے

کبھی خود اپنے چلن کی برائیاں گنئے
اور اس کو اپنی خرابی کی ابتدا کہئے

کبھی عدو کی روش کی شکایتیں کیجے
اور اس کو اپنی تباہی کی انتہا کہئے

درازی شب فرقت کی داستاں میں اگر
کمی رہی ہو تو کوتاہی قضا کہئے

عرب کی خاک اُڑی ہو گیا عجم پامال
ستم ہوئے ہیں وہ اسلام پہ کہ کیا کہئے

یہ کیا غضب ہے کہ گھر کو لگا کے آپ ہی آگ
پھر اس کو شومی تقدیر نارسا کہئے

کیا ہے حملہ خود اپنی ہی فوج پر ہم نے
ستم ہے اس کو بھی دشمن کی گر خطا کہئے

ہماری تیغ ہمارے ہی خوں میں ڈوب گئی
اسے بھی شوق سے قاتل کی اک ادا کہئے

جُھکا ہوا علم اب سر بلند ہے تو اُسے — حضورِ خواجۂ کونین کی دعا کہیے

رگِ حرم سے بہا ہے جو خونِ ناب اس کو — عروسِ حجت کی رنگینیِ حنا کہیے

عجم کی خاک ہے گلرنگ خونِ مسلم سے — اُسے قبا تو اُسے تکمۂ قبا کہیے

دلِ عرب کبھی ترکوں سے مل سکتا تھا — ملا تو اس کو خلافت کا خوں بہا کہیے

بہ عزمِ عیسیٰ مریم لما سبقتانی — نہ کہیئے بلکہ جو کہیے تو برملا کہیے

بہ رسمِ موسیِ قانت شبِ بلا کے سَحر — جو ٹل گئی تو معنی کہہ کے اعتنیٰ کہیے

نہیں رہا ہے ور اندازیِ رقیب کا خوف — اب اٹھ کے بزم میں جو کہیے برملا کہیے

بقولِ غالب اگر پار اتر گئی کشتی

"خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے"

منصور

مجھ سے ملنے کے لئے زنداں میں منصور آگیا — ڈھونڈتی تھیں جس کو آنکھیں چشمِ پُرنم آگیا

جس مکاں میں تھا اندھیرا اس میں چھائی چشتی — چیر کر ظلمت کے پردے آنکھ میں نور آگیا

جانِ بابا اس سیہ خانے میں تم کیوں آگئے — میں تو ہو کر اپنی اس عادت سے مجبور آگیا

اس کا رونا اس کا ہنسنا اس کی شوخی اس کی ضد

مجھ کو یاد اخترؔ ترنے بچپن کا دستور آگیا

کنیا

وہ جو خود غلام بن کر دیتے جاتے ہیں دہائی — کہ سکھائی جا رہی ہے انہیں بندگی پرائی
جنہیں بندشِ زباں کا ہے خطر قدم قدم پر — بقصورِ حرف گیری نہ بجھائے لب کشائی
یہ ہے جن کی آج غیرت کہ خود اپنے گھر کے اندر — کوئی جلسہ کر جو بیٹھے تو پولس کی دوڑ آئی
جنہیں اپنی کونسلوں میں ہو یہ اختیار حاصل — کہ خود اپنے قیدیوں کو نہ دلا سکے رہائی
جنہیں اپنی ہی زمیں پر جنہیں اپنے ہی چمن میں — نہیں مل سکے ہیں اب تک یہ حقوقِ ابتدائی
کوئی مدعا بھی جن کا نہیں ہو سکا ہے پورا — کوئی آرزو بھی جن کی نہیں آج تک بر آئی
ہے خدا کی شان یہ بھی کہ وہ بیت اکڑ اکڑ کر — چلے جا رہے ہیں کینیا کہ وہیں کریں خدائی
بخدا عراقی کوئی جا کے ان سے پوچھے — "تو درونِ در چہ کردی کہ برونِ خانہ آئی"

سوراج

ہے کل کی ابھی بات کہ تھے ہند کے سرتاج — دیتے تھے تمہیں آ کے سلاطینِ زمن باج
یا رنگ زمانہ نے یہ بدلا ہے کہ تم کو — دنیا کی ہر اک قوم سمجھتی ہے ذلیل آج
دامانِ نگہ جس کی فضا کے لئے تھا تنگ — وہ باغ ہوا دیکھتے ہی دیکھتے تاراج
محفل میں ضیا ہے نہ ساقی ہے نہ ساغر — گلشن میں فوارہ نہ بلبل ہے نہ دُرّاج

سوچو تو ذرا تم کہ تمہارا ہی سفینہ | کیوں ہو گیا بازیچۂ دخشاریٔ امواج
ہر برق جو کوندی ہے گری ہے وہ تمہیں پر | ہر فتنہ جب اُٹھا ہے تمہیں بنتے ہو آماج
جب تک رہے تم دستِ نگر اپنے خدا کے | ہونے نہ دیا اس نے تمہیں غیر کا محتاج
جس وقت مگر ہاتھ سے سر رشتہ رضا کا | چھوٹا تو نہ تھا بخت نہ تھا تخت نہ تھا تاج
جھک جاؤ گے اب بھی اگر اللہ کے آگے | بن جاؤ گے گر خاک تو ہو صاحبِ معراج
مٹی بھی اُچھالو گے تو ہو جائے گی سونا | کنکر بھی اُچھالو گے تو بن جائے گا پکھراج
جو ہو گئے اُس کے وہ ہوا اُن کا نگہباں | اُس کی ہے جنہیں شرم رہے اُن کی بھی لاج
ترکوں ہی کو دیکھو کہ جب اُس پہ ہوئے قرباں | یورپ کی دھری رہ گئی سب کثرتِ افواج
داتا کی یہ ہے دین ہیں رنگ اُس کے نیارے | مانگے نہ ملی بھیک نہ مانگا تو ملا راج
اک سجدہ میں حاصل ہوئے جاتے ہیں دو عالم | وہ کیوں نہ کرو بات کہ اک پنتھ ہو دو کاج

مٹ جاؤ اگر حق کو نہ مٹتے ہوئے دیکھو
سیکھو یہ روش گر تمہیں لینا ہے سوراج

کلیسائے عیسوی

عمل سختی سے اس قانون پر ہوتا ہو جو منسوب ہے | کہ کھل سکتا نہیں دروازہ کالوں پر کلیسا کا
کہا اس پر یہ اک گورے نے عیسیٰ بھی تو کالے تھے | نہ کیوں پھر داخلہ ممنوع ہو گرجا میں عیسیٰ کا!

بین الاقوامی الجھنیں

روس زخمی ہے تو المانیہ ہے پر جال
رہا اٹلی سو ہے بیچارے کی اکھڑی ہوئی سانس

فرانس سکتی ہے سبھیتے یہ چچا سام کی زد
جس سے اندیشۂ ایذا ہو وہ طاقت ہو فرانس

شیر برطانیہ ان سب کو کچل سکتا ہے
نہ جگر میں ہو جو اٹکی ہوئی اسلام کی پھانس

خیل نمرود کو ڈر ہے تو فقط اتنا ہے
کہ کہیں جلہ کی دلدل سے نکل آئیں نہ ڈانس

پھرتے ہیں اہلِ فلسطین یہی باندھے ہوئے ٹھٹھ
اور بریلی سے چلے جا رہے ہیں تا بہ فرق بانس

فتنۂ ارتداد اور علمائے کرام

شکر ہے حجروں سے نکلے ہیں ہمارے پیشوا
تاکہ دنیا میں بلند اسلام کا جھنڈا کریں

دھوئیں صدہا سال کے چپکے ہوئے داغِ جمود
ملتِ بیضا کا میلا پیرہن اجلا کریں

کھینچ لایا تھا جسے ذوقِ عمل جیسے ترنگ
اپنے اندر وہ مقدس جذبہ پھر پیدا کریں

زورِ حق سے قوتِ باطل کو پہنچا کر شکست
دیں کی رکھ لیں آبرو اور کفر کو رسوا کریں

دعوت و ارشاد سے توڑیں طلسمِ ارتداد
فتنہ شدھی کا جو اٹھا ہے اسے چلتا کریں

سینہ میں قرآں ہو اور ہو نگہ کے آئینے میں جہاں
کوزہ میں دریا کو بھر دیں ذرہ کو صحرا کریں

ماعلمی کالائیں کو اس چشم مبینا کے لئے — والضحیٰ سے دیدۂ بدبیں کو نابینا کریں

واشکن منکر کے اک افسوں سے بدبیں جگ جہند — منظر ایسا ہو کہ بیٹھے مدعی دیکھا کریں

ہیں مبارک عالمانِ دیں کی یہ سرگرمیاں — جن سے ہے ملت کی رونق لیکن ان کو کیا کریں

پڑگئی ہے زادیوں کے بیچ میں آکر بحث — پہلے ہم رہرو کو یا گمراہ کو سیدھا کریں

مسئلہ ہے کہ پہلے اپنے گھر کی لیں خبر — سب کے سب بابل کے شردھانند ڈھا کریں

مشرکوں کو جائے سکھلائیں الوہیت کے بھید — یا شریکِ خواجۂ تیشہ رہے راز افشا کریں

ہے مناسب اول دل نشو و نموعِ فروع — یا اصولِ دیں کا اول استقصا کریں

ہو بریلی قادیاں تحریک کا یا دیوبند — اس کو مانیں مقتدا یا اتباع اس کا کریں

عالمانِ دیں ہی جب ہنگامہ آرا ہوں بہم

اے مسلمانو یہ بتلاؤ کہ اب ہم کیا کریں

شانِ اورنگ زیب

ہزاروں دوستوں کا ذکر کیا ہو چکا ہو گا قبا تا کب — مگر ہے شانِ عالمگیرِ اعظم برقرار اب تک

قدم پہنچے ہیں بیگانوں کے خود اکبر کی تربت پر — نہیں روندا گیا ان سے مگر اس کا مزار اب تک

وہ سویا بھی تو اپنے سایۂ دیوار کے نیچے — "ہے خود اپنے ہی گھر کی دولت اس کی پردہ دار اب تک"

شہی جاتی چلی کب جاں روشوں کی اکڑ میں — گزرگاہوں میں ہے اس کے نقیبوں کی پکار اب تک

ابھی تک اس کی چوکھٹ پر جبیں سا اس کی حضرت ہے — بجا لاتے ہیں آداب اس کو اس کے صوبہ دار اب تک
اک آنے والی اسلامی حکومت کے تصور میں — لحد میں بھی کھلی ہے اس کی چشمِ انتظار اب تک

وہی ہے اس کی دارائی وہی ہے اس کی سلیمانی
کہ یاد اس کی دلاتا ہو دکن کا شہریار اب تک

مدارجِ ارتقا

مصائب میں گرفتار اہلِ ایماں ہوتے جاتے ہیں — مسلماں کی بیداری کے ساماں ہوتے جاتے ہیں
سکھایا جا رہا ہے نکتہ "ادعو الیٰ سبیلی" کا — حق آگاہانِ امت پا بجولاں ہوتے جاتے ہیں
علم تیغِ دو دم ان کی سرِ تسلیم خم اپنا — وہ حیواں بنتے جاتے ہیں ہم انساں ہوتے جاتے ہیں
ستم کش کو خدا نے استقامت کا شرف بخشا — ستمگر اپنی سختی پر پشیماں ہوتے جاتے ہیں
خدا نے غیب سے سامان پیدا کر دیے ایسے — کہ وہ عقدے جو لاینحل تھے آساں ہوتے جاتے ہیں
نئی شمعیں فروزاں ہو رہی ہیں بزمِ گیتی میں — نئے انجم فلک پر جلوہ افشاں ہوتے جاتے ہیں
نئے محمود پیدا ہو رہے ہیں خاکِ غزنی سے — نئے طغرل سریر آرائے ایراں ہوتے جاتے ہیں
نہیں تخصیصِ عہد اس میں محمد کے غلام اب بھی — سکندر بنتے جاتے ہیں سلیماں ہوتے جاتے ہیں

خلافت کے علم داروں کے تیوروں میں ہیبت ہے
کہ دنیا بھر کے سرکش خس بدنداں ہوتے جاتے ہیں

نیا زمانہ اور نئی اُمیدیں

نئی رونق شبستاں کی ضیا میں آتی جاتی ہے ۔۔۔ نئی زینت گلستاں کی فضا میں آتی جاتی ہے
نیا آہنگ چھیڑا ہے چمن میں عندلیبوں نے ۔۔۔ گدازِ جاں کی کیفیت نوا میں آتی جاتی ہے
ہر اک سانس آتشِ سیال میں ڈوبا ہوا نکلا ۔۔۔ شرابِ کہنہ کی مستی ہوا میں آتی جاتی ہے
قدم رکھتے ہی خارستاں بنے جس کے بہارستاں ۔۔۔ وہ شوخی پھر کسی کے نقشِ پا میں آتی جاتی ہے
مسلمانوں نے تھاما ہے رسولِ اللہ کا دامن ۔۔۔ سمٹ کر چاندنی غارِ حرا میں آتی جاتی ہے
اُتر کر عرش سے جو ساتھ لاتی تھی اجابت کو ۔۔۔ وہ تاثیر آج پھر اُن کی دعا میں آتی جاتی ہے
ہوئی تھی خیرہ جس سے شمرِ ذی الجوشن کی بینائی ۔۔۔ اُس ایماں کی جھلک کرب و بلا میں آتی جاتی ہے

جسے خیبر میں بازوئے علی نے آزمایا تھا
وہ طاقت پنجۂ زور آزما میں آتی جاتی ہے

پریم کا چاؤ

اک سر بریدہ لاش کے مُنہ سے بوقتِ ذبح ۔۔۔ پیغام خالصہ کو یہ پہنچا گرنتھ کا
تجھ کو اگر ہے دعویٔ اُلفت تو سر کٹا ۔۔۔ نکلا نہ چل کے آگے یہ رستہ ہے پنتھ کا

جشنِ صلحِ لوزان

جس وقت جشنِ صلح کے گھر گھر جلے چراغ | سمجھا میں کہ ہے یہ چراغاں مرے لئے
اتریں گی آسماں سے فرشتوں کی ٹولیاں | کھولیں گی حلقۂ درِ زنداں مرے لئے
ممکن کسی طرح نہیں ہے کہ آج بھی | صبحِ وطن ہو شامِ غریباں مرے لئے
برسوں مرے چمن میں خزاں کا عمل رہا | پھر کیوں نہ ہو بہارِ گل افشاں مرے لئے
اس پر یہ ایک خامیٔ سرکار نے کہا | تیرے لئے نہیں ہیں یہ ساماں مرے لئے
تیرا جُدا نصیب، مقدر مرا الگ | غمیاں ہیں تیرے واسطے خوشیاں مرے لئے
تھی تیرے دم سے رونقِ ہنگامہ شام تک | اب ہے خروشِ حلقۂ رنداں مرے لئے
تو خوگرِ جفا ہے تو ہیں پیکرِ وفا | آنسو ترے لئے ہیں چراغاں مرے لئے
تو عاقبت شناس ہے میں عافیت پسند | زنداں ترے لئے ہے گلستاں مرے لئے
عقبیٰ تری عروس ہے دنیا مری کنیز | موزوں ترے لئے وہ بیاباں مرے لئے
تیرے لئے حریمِ رسولِ خدا کی خاک | اور وہ سرائے ہند کا داماں مرے لئے

طاعت ترے لئے ہے مرے واسطے ثواب
روزے ترے لئے ہیں سویاں مرے لئے

قانونِ وقت

حق کا نہ کر اظہار کہ قانون یہی ہے / فرماتی ہے سرکار کہ قانون یہی ہے

خود محتسبِ وقت ہے اک رندِ بلانوش / مے سے نہ کر انکار کہ قانون یہی ہے

ہے جرم پہ جس کا کہ خدا ایک ہے اس کا / ہوگا وہ گرفتار کہ قانون یہی ہے

ڈھائیں جو ترے سامنے اللہ کے گھر کو / بن نقش بدیوار کہ قانون یہی ہے

پھٹ جائے جو تیّ تو نہ ٹھوکر سے گلہ کر / مر کر بھی نہ دم مار کہ قانون یہی ہے

کیڑوں کی طرح پیٹ کے بل رینگ گراں کو / شکر ہے کے دستار کہ قانون یہی ہے

فتویٰ ہی علما کا ہو کہ گاندھی کی نصیحت / دونوں سے ہو بیزار کہ قانون یہی ہے

تنکا نہ کو جل آگ میں جل راکھ کا ہو ڈھیر / وہ پھر بھی وفادار کہ قانون یہی ہے

کرنی ہے تجھے سیر اگر باغِ گرو کی / پٹ جا سرِ بازار کہ قانون یہی ہے

گدی سے اتر راج کو چھوڑ اور کر اقرار / ہوں میں ہی خطاوار کہ قانون یہی ہے

اس پردۂ زنگار میں نغموں کے عوض سن / زنجیر کی جھنکار کہ قانون یہی ہے

آوازۂ منصور کو کہتے ہوئے بیباک / وہ ڈھونڈے رسن و دار کہ قانون یہی ہے

جینے کی تمنا ہو گر اس عہد میں تجھ کو / مرنے کو ہو طیار کہ قانون یہی ہے

گھر بار لٹانا ہو جسے حق کی طلب میں / بن جائے "زمیندار" کہ قانون یہی ہے

مسٹر لائڈ جارج کے استعفا کی تاریخ

گلیڈسٹون اور سالسبری کی سب عنایت ہے — وگرنہ اس طرح برطانیہ بدنام کیوں ہوتا

جو کہلاتے ہیں "لبرل" گر حقیقت میں یہی ہوتے — تو گھر گھر ایشیا میں یوں بپا کہرام کیوں ہوتا

اگر تہذیبِ انسانی نہیں چھو بھی گئی ہوتی — سمرنا میں مسلمانوں کا قتلِ عام کیوں ہوتا

مسیحیت اُڑاتی خاکِ نخلستانِ بطحا کیوں — مسیحی کا گریباں گیرِ خونِ شام کیوں ہوتا

ادھر دلی کے سر اک قیامت کیوں گزر جاتی — اُدھر کابل میں آتش زیرِ پا اسلام کیوں ہوتا

سکھاتی گر نہ لائڈ جارج کی تلوار خونریزی — تو خنجر مصطفےٰ کا آج خون آشام کیوں ہوتا

ملوکیت کی زد میں گر نہ استنبول آ جاتا — تو پھر انگورہ اُس کی نشو کا پیغام کیوں ہوتا

نکلتا گھر سے قسطنطین کیوں بے آبرو ہو کر — وینیزیلاس خائب خاسر و ناکام کیوں ہوتا

صلیب آلودۂ خاکِ مذلت کیوں نظر آتی — ہلال آسودۂ گردونِ نیلی فام کیوں ہوتا

سلیقہ گر قدح خواری کا ہوتا کچھ بھی رندوں کو — تو خود ساقی کے ہاتھوں ٹوٹ جام کیوں ہوتا

نہ ہوتا ابتدا ہی سے اگر اسلام کا دشمن — تو لائڈ جارج کا ایسا برا انجام کیوں ہوتا

نہ ضد اس بانیٔ بیداد کو ہوتی خلافت سے — تو مستعفی بصد حسرت بہ نافرجام کیوں ہوتا

صفت بیداد کی ہوتی نہ گر اس نام میں شامل

تو قولِ ہاتفِ "ارے اتحمتہ مروک" نام کیوں ہوتا

۱۳۴۱

خیالستان

اک جہانِ رنگ و بو خود مرا خیال تھا — گوشۂ قفس بھی مجھے عالمِ مثال تھا

رات شاہبازِ فکر لے گیا کہاں کہاں — خود تو میں شکستہ پر اور گسستہ بال تھا

چھپ چکا تھا آفتاب ضوفشاں تھا ماہتاب — کائنات کا مزاج رو بہ اعتدال تھا

کوہ و دشت و بام و در غرقِ موجِ نور تھے — بسکہ ماہِ نیم ماہ بن چکا ہلال تھا

چاک تھی قبائے گل بے نقاب تھے نجوم — بے حجاب ہر طرف حسنِ لایزال تھا

دیکھتا تھا میں جدھر سر بسجدہ تھے شجر — ڈال ڈال پات پات ذکرِ ذوالجلال تھا

عرش و فرش مست تھے اپنے اپنے رنگ میں — کیا کہوں مگر کہ کیا میرے دل کا حال تھا

وہ زمانہ پھر گیا یک بیک نگاہ میں — جب ہر ایک حق پرست بوذر و بلال تھا

جب نبیؐ کے نام پر جسم و روح تھے نثار — جب خدا کی راہ میں وقف جان و مال تھا

جامِ جم سے بے نیاز تھی شرابِ خانہ ساز — مے کشوں کا چارہ ساز ساغرِ سفال تھا

باغ میں مری بہار پھر بھی آئے گی کبھی؟ — حاملانِ عرش سے یہ مرا سوال تھا

ہمزباں نہ تھے مگر میں سمجھ گیا مراد کو
میری بات کا جواب مصطفےٰ کمال تھا

خطاب بہ برطانیہ

نہ سوویٹ سے نہ ایراں کے کجکلاہ سے ڈر — مگر ستمزدہ ہندوستاں کی آہ سے ڈر

نہ ڈر فرانس کے نیزوں کی خونفشانی سے — مگر ہماری دعا ہائے صبحگاہ سے ڈر

نہ ڈر خدا سے اور اس کے عتاب سے لیکن — نبیؐ کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈر

الگ الگ رہے برسوں ملے ہیں اب آ کر — دل اور عقل کی اس تازہ رسم و راہ سے ڈر

جو عقل ہے تو نہ سن ان مخلصانہ باتوں کو

جو ہوش ہے تو ہمارے ہی انتباہ سے ڈر

الجنۃ تحت ظلال السیوف

کہتے ہیں یہ صوفی کہ ہے فردوس خدا کا — جس پہ ہو شکر گنج کی دیوار کا سایہ

لیکن ہے پیمبر کا یہ ارشاد کہ جنت — ملتی ہے اسے جس پہ ہو تلوار کا سایہ

صوفی ہے وہی جس کو خدا سے ہو سروکار — صوفی وہ نہیں جس پہ ہو سرکار کا سایہ

اے گولڑے کے پیر نہ ڈر دار و رسن سے — جب خود سر منصور پہ ہے دار کا سایہ

اللہ کا سایہ ہے زمیندار کے سر پر

پنجاب کے سر پر ہے زمیندار کا سایہ

بلند شہر کا مجسٹریٹ اور مظلوم مہاجر بیاگی

اک سر پھرے انگریز نے جب برسرِ اجلاس — لگوائے پیادوں سے مہاجر کو چانٹے

اتنا بھی نہ ہٹلر کی حکومت سے بن آیا — اس اپنے نمایندۂ انصاف کو ڈانٹے

جس روز بکھیرے گئے انصاف کے پھول — برطانیہ کے رستے میں بوئے گئے کانٹے

اس ظلم پہ اس جور پہ جو پیکرِ بیداد — عدل اور مساوات کا بھی فلسفہ چھانٹے

اچھا ہے کہیں اس سے تو لندن کا وہ غنڈا — پھر پھر کے جو تن چاپ جو انہوں ہی میں بانٹے

پھرتی ہوئی رُت

گلستاں میں پھر اس انداز سے فصلِ بہار آئی — کہ یادِ یار دل میں آئی اور بے اختیار آئی

نسیمِ عنبر افشاں کارواں در کارواں پہنچی — سپاہِ گل صف اندر صف قطار اندر قطار آئی

نوازش گستری سرکارِ یثرب کی انوکھی ہے — گلیمِ فقر پر بے ستزادِ اکلیلِ وقار آئی

مرا جلتا ہوا گلشن یکایک لہلہا اُٹھا — نظر مجھ کو تری قدرت مرے پروردگار آئی

مسلمانوں کے خوں سے ہو رہے ہیں بام و در رنگیں — عروسِ سلطنت کی ہو رہی ہے جلوہ آرائی

اُڑے جس وقت قسطنطین کے اقبال کے ذرّے

تو استقبال کو لندن سے گردِ رہ گزار آئی

جمعیۃ العلماء کے فتوے کی ضبطی

باقی نہ رہا جب کوئی ڈھنگ اعرجا کا — فتوٰی ہی لیا چھین انھوں نے علما کا
کر دیکھیں دلِ مسلمِ ناشاد کو بھی ضبط — اس پر بھی وہ ڈالیں اسی انداز سے ڈاکا
فتوٰی تو پھر اک پرزۂ کاغذ ہے کہ اس کو — بازیچہ بنا سکتی ہے سرکار رہوڈ کا
قرآن کی آیات کو کاغذ سے مٹا دو — اور چھاپ لو اس پر سبق استرا ریڈفا کا
یا اس کو بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جلا دو — پھر کام لو اس سے خطِ پاشاں کی ضیا کا
لیکن دلِ مسلم نہیں کچھ آپ کی جاگیر — یہ گوشہ نشیمن ہے رسولِ دوسرا کا
تھامے ہوئے رہتے ہیں اسے عرش کے حال — یہ پایہ ہے تختِ شہ لولاک لما کا
لوحِ دلِ مومن پہ ہے منقوش ابد تک — قرآں کہ خلاصہ ہے وہ منشورِ قضا کا

مٹتا ہے مٹانے سے کہیں نامۂ تقدیر •
قانون کہیں ضبط ہوا بھی ہے خدا کا!

آئینہ

پوچھا انھوں نے ہنس کے یہ مجھ سے براہِ طنز • جب کرنے آئے جیل کا اک دن معائنہ
کیسی ہے اور کہاں ہے حکومت کی شیطنت — میں نے کیا جواب میں پیش ان کو آئینہ

کھری کھری باتیں

محو ہوئے معاش میں بھول گئے معاد کو / پیشِ نظر نہ رکھ سکے حشرِ ثمود و عاد کو

رازِ حیاتِ قوم تھا سنتِ اعتصام میں / قوم ذریعۂ نجات سمجھی ہے انفراد کو

محو دلوں سے ہو گئی آیۂ لاتفرقوا / چھوڑ دیا ہے ہاتھ سے رشتۂ اتحاد کو

حکمتِ نعت و لکن پہ نہ کیا جنھوں نے غور / بیٹھ کے رو رہے ہیں آج فتنۂ ارتداد کو

کفر ہے دین کی تاک میں اب تو شاہ و فقیر / حیف ہے اب بھی راہ دو دل میں اگر عناد کو

حکم ہے راجپوت کو سامریانِ ہند کا / گائے کے ہو گئے مرید چھوڑ خدا کی یاد کو

شعلِ دین کی سمت میں چل نہ سکی ہزار سال / آج ہے کیوں یہ حوصلہ کفر کی تند باد کو

ہاتھ میں لے کے سنگ و خشت بت شکن اور بت پرست / توڑ رہے ہیں ہند کے شیشۂ اتحاد کو

قوم جو ہو چلی تھی ایک کانچ کی طرح پھٹ گئی / آج پہنچ گئے عدو اپنی دلی مراد کو

جلد اگر نہ اس نئی فتنہ گری سے باز پس / کھو کے رہے گی کانگریس ملک کے اعتماد کو

دین کی لم

پیمبر سے سفیان نے عرض کی / کہ سمجھائیے دین کی مجھ کو لم

بھرا کوزہ میں دجلہ یوں آپ نے / قل آمنت باللہ ثم استقم (حدیث)

خطاب چہارگانہ

۱۔ ملکانوں سے :۔

ترک کر تقلیدِ آبائی خلیل اور بت کو توڑ
ماسوا کو چھوڑ رب العٰلمیں سے رشتہ جوڑ

یاد کر بھولا ہوا "والرجز فاہجر" کا سبق
شرک کی رسموں سے باز آ کفر کی ریتوں کو چھوڑ

اس نبیؐ کا تھام لے دامن جو ہے ختمِ رسل
جس کی رحمت ہے دو عالم کی سعادت کا نچوڑ

چشمۂ دینِ محمدؐ خشک ہو سکتا نہیں
اس کنوئیں سے آ کے پانی بھر جو ہے آبِ الوڑ

۲۔ مذبذبین سے :۔

جا رہا ہے خود حرم کو ناقۂ منزل شناس
ساماں پڑ کر "تذبذب" میں مہار اس کی نہ موڑ

پرستارانِ موالات سے :۔

ووٹ لے کونسل میں جا کر سی یہ ذلت تقریر کر
پھر وہی برسوں کی دہرائی ہوئی لمبی چھوڑ

۳۔ سوامی جی سے :۔

یہ چٹان اسلام کی ہے اس سے ٹکراتا ہے کیوں
اپنے اوپر رحم کر پتھر سے اپنا سر نہ پھوڑ

ہند میں توحید کا جھنڈا نہ ہوگا سرنگوں
خواہ ہو کفار کی تعداد کتنے ہی کروڑ

اصلی جرم

وہ اعلان آج میں نے بھی پڑھا جس میں حکومت نے
گنایا ہے رضاکارانِ ملت کے گناہوں کو

خدایانِ فرنگ اس میں یہ فرماتے ہیں جھلا کر
کہ ہم دم لیں گے سیدھا کرکے ان گم کردہ راہوں کو

انھوں نے جب سے ٹوپی سر پہ گاندھی کی جمائی ہے
اسی دن سے نہیں خاطر میں لاتے کج کلاہوں کو

برس پڑتے ہیں جلسوں میں ہمارے جاں نثاروں پر
سنا دیتے ہیں صلواتیں ہمارے خیر خواہوں کو

کبھی میخانہ میں پیرِ مغاں کو تنگ کرتے ہیں
ستاتے ہیں کبھی بازار کے جادو نگاہوں کو

ہوا ہڑتال کا وہ زور ان کی کوچہ گردی سے
گزرنا ہو گیا شہروں میں مشکل بادشاہوں کو

اگر دو چار منبر محتسب ان کو لگاتا ہے
تو پہنچاتے ہیں چوتھے آسماں اپنی آہوں کو

کہاں اس پر بس ہے ہے گنہ اک اور بھی ان کا
سیاہی جس کی شرماتی ہے ان سارے گناہوں کو

یہ ان کا جرم اصلی ہے کہ ان کی چیرہ دستی سے
چھٹی کا دودھ یاد آیا ہے لندن کے جلاہوں کو

شدھی

یکایک کی ہے گم پرماتما نے
ان اندھی کھوپڑی والوں کی بدھی

کہیں مسلم بھی بن سکتا ہے کافر
کبھی مومن بھی ہو سکتا ہے شدھی!

خرِ عیسیٰ

دی مولوی داؤد کو چیڑی جو پولس نے ۔۔۔ احباب نے پوچھا بہ تعجب کہ یہ کیا ہے
کیوں لدکے چلے دوشِ حکومت پہ خود آج ۔۔۔ حضرت کی سواری کا طریقہ یہ نیا ہے
فرمانے لگے ہنس کے کہ میں عالمِ دیں ہوں ۔۔۔ اور مرتبہ سرکار میں عالم کا بڑا ہے
اس واسطے مرکب کے عوض فرطِ ادب سے ۔۔۔ خود اپنے تئیں پشتِ حکومت نے کیا ہے
ہے فخر یہ مجھ کو کہ میری ران کے نیچے ۔۔۔ خود حضرتِ عیسیٰ کی سواری کا گدھا ہے

سنّتِ سجّاد

زنداں کے ہر اک گوشہ کو آباد کریں گے ۔۔۔ ہم پیروئ سنتِ سجاد کریں گے
دار و رسن و قید کا ڈر نکل گیا دل سے ۔۔۔ اب کیا ستمِ تازہ وہ ایجاد کریں گے
یوں ہندو و مسلم کی کریں گے جو وہ تذلیل ۔۔۔ اور ان پہ اسی ڈھنگ سے بیداد کریں گے
مٹی میں ملائیں گے وہ توقیر خود اپنی ۔۔۔ آپ اپنی حکومت کو وہ برباد کریں گے
ہو جائیں گے ترکی و عرب خود بخود آزاد ۔۔۔ جس روز کہ ہم ہند کو آزاد کریں گے
دہلی ہی نکلنے کو ہے جب ہاتھ سے ان کے ۔۔۔ کیا اس کے وہ پھر بصرہ و بغداد کریں گے
انگورہ بھی ترکوں سے نہ جب چھین سکا تو ۔۔۔ برطانیہ ہم بھی تجھے کیا یاد کریں گے

سنتے ہیں کہ کرزن کے اشارہ پر سر آغا — آئیں گے کہ ترکوں کی کچھ امداد کریں گے
وہ لیگ برس بھر میں بدلتی ہے جو کروٹ — اس مرتبہ آپ اس میں کچھ ارشاد کریں گے
خسرو سے چھڑائیں گے وہ دامن شیریں — شیریں کو وہ دھر یالی فرہاد کریں گے
لے جائیں گے اسلامیوں کا ایک نیا وفد — اس کے لئے چرچل سے طلب داد کریں گے
منوائیں گے پھر اس سے بعد منت الحاح — جو فیصلہ بھی آپ کے استاد کریں گے
کہہ دو یہ سر آغا سے کہ توحید کے فرزند — خود اپنے خدا سے طلب امداد کریں گے
ہرگز نہ گدائی کے لئے جائیں گے لندن — ترک آج سے یہ شیوۂ معتاد کریں گے
تھرائے گا عرش اور لرز جائے گی کرسی — مظلوم جب اللہ سے فریاد کریں گے

اسلام کے دربار سے جو فیصلہ ہوگا
انگریز اسی فیصلہ پر صاد کریں گے

مشقِ ناز

آوازہ رسد کہ جامہ بہ ترکستان گشتی" — گہ عراق گشتی وگہ حجاز گشتی
ہوئی تمام رعایا تباہ اور برباد — کہاں سے سیکھی ہے محمود نے ایاز کشی
یہ کہہ رہے ہیں طیبار و حبلیا نو الہ ۔ ۔ "کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی"
"مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی"

خدا اور بت

اک روز میں نے عرض یہ سرکار سے کیا — اے وہ کہ مجھ کو تجھ سے مجالِ سخن نہیں
اے وہ کہ ہے زمین تری ہیبت سے دم بخود — اور آسماں کو حوصلۂ دم زدن نہیں
اے وہ کہ تیرے غمزۂ خنجر گزار کو — پروائے جانِ شیخ و دلِ برہمن نہیں
اے وہ کہ تیرے دور میں قانون کا ادب — شرمندۂ روایتِ عہدِ کہن نہیں
سنتا ہوں میں کہ تیری مساواتِ بے بدل — منت پذیرِ فرقِ الٰہ و وثن نہیں
پھر کیوں خدا کے گھر کو ڈھایا حضور نے — بت پر حضور کس لئے بولے "بزن" نہیں
لارنس کا مجسمہ کیوں منہدم نہ ہو — کیا اس کے واسطے کوئی اسٹین گن نہیں
ملزم یہ بت بھی ہے جو خدا ہے قصوروار — اس کا بھی اعتراض سے خالی چلن نہیں
ٹالا مرے سوال کو اس عذرِ لنگ سے — سرکار سے جواب کچھ آیا جو بن نہیں
انگریز وحشیانہ تعصب سے پاک ہیں — محمود غزنوی کی طرح بت شکن نہیں

پدّی

مسلمان ہو گئے دو ایک مرتد — تو اس حق کے پرستار و ہوا کیا
یہ شدھی کیا اور اس کی کیا حقیقت — یہ پدّی کیا اور اس کا شوربا کیا

امامِ تسبیح

وہ صبح صبح نہیں ہے وہ شام شام نہیں — بلائے تازہ کا جو لا رہی پیام نہیں

کھنچی ہوئی ہے طنابیں میں سیفوں کے — وہ تیغ اب بھی جو شرمندۂ نیام نہیں

کسی کو دار پہ کھینچا کسی کو ذبح کیا — یہ اور کیا ہے ہمارا جو قتل عام نہیں

بوقت ذبح وہ بسمل سے کہتے جاتے ہیں — یہ انتظام حکومت ہے انتقام نہیں

گریز ابھی سے کہاں ابھی تو ہے تشبیب — قصیدہ اُن کی جفا کا ہوا تمام نہیں

وہ کون ہے جو نہیں آج کل اسیر فرنگ — سی۔آر۔داس نہیں یا ابوالکلام نہیں

تمام ملک ہے جکڑا ہوا شکنجے میں — پھر اس پہ کہتے ہیں ہندوستاں غلام نہیں

بحث اس پہ کہا ایک ستمنے مجھ سے — کہ اس گروہ میں شامل حسن امام نہیں

کسی سے جب کہ وہ دلبری میں کم نہیں تو پھر کیوں — شکست توبہ میں سرگرم اہتمام نہیں

کہ پھر ابھی نہ نکالا زمانے کے ہنستے کے ہیں — یہ اُن کے واسطے کیا شرم کا مقام نہیں

اگر حرام ہو لات مجھ غریب پہ ہے — تو ایسے چوٹی کے لیڈر پہ کیوں حرام نہیں

کہا یہ دوست سے میں نے وہ مرغ دانا ہیں — حریص دانہ ہیں لیکن اسیر دام نہیں

نہیں یہ قاعدۂ قوم اپنی قید کا قایل
"شمار دانۂ تسبیح میں امام نہیں"

مئے باقی

بہار آئی پیالے میں انڈیل کر مے باقی — اَدِر کاساً و ناولہا الا یا ایہا الساقی

ہوا ابر جھوم کے لے اب میں بھی خوش ہوں کہ ہوں زندہ ابھی — ترا مسلک ہے مشتاقی مرا مشرب ہے اشراقی

علم توحید کا بام اخوت پر جو لہرایا — ہوا ایک اس کے نیچے آ کے قفقازی و قبچاقی

برس دل کھول کر اے ابر رحمت تا کہ دھل جائے — دلِ ملت پہ جو بیٹھی ہوئی ہے گرد ناچاقی

تشدد کے مریضوں کا تحمّل ہی دوا ہے — اثر اس کا ہے یعنی اس کی خاصیت ہے تریاقی

کشادہ نیا سر آساں ہے اسے راہ محبت میں — کہ جذبے قلب مومن کے ہوا کرتے ہیں اعماقی

اُدھر بندوق کی دھن ہے اُدھر خنجر کی چھن چھن ہے — یہ ہے مشرق کی اصنامی وہ ہے مغرب کی خلاقی

نصیحت تو یورپ کی برطانیہ خوش ہو کے سنتا ہے — ہم پہنچائیں گاندھی ان مواعظ میں بھی مشاقی

امان اللہ خاں کی طرح جو خنجر بکف بھی ہوں — انہیں کو زیب دیتی ہیں نصیحت ہائے اخلاقی

مسلماں ہوں میں اقبال ہو زندہ اور اس کی دولت پر
اسی حق سے مری اس نظم کا مطلع ہے الحاقی

. . .

اسلام کے کرشمے

اب نمایاں ہیں جو کچھ کچھ ہم میں آثارِ حیات
یہ سبحانی کرشمے ہیں فقط اسلام کے

ہو گئے تھے کعبہ میں جس طرح سب بت سرنگوں
یوں ہی جھک جائیں گے یہ کاشی میں اصنام کے

قلعہ ہو جائے گا ہر طاغوتیوں کا پاش پاش
ٹوٹنے والے ہیں کچھ دن میں طلسم اوہام کے

کفر کا سر دیں میں جس نے کیا تن سے جدا
کھل رہے ہیں جوہر اُس شمشیرِ خوں آشام کے

فرض اولیٰ واصبروا ہے فرض آخری فاقتلوا
بند دروازے ہوں جب تفہیم اور افہام کے

دشمنانِ دینِ حق کی گالیوں کا کیا جواب
کیونکہ ہم مسلم ہیں اور خوگر نہیں دشنام کے

خواجۂ بطحا کے حسنِ خلق کا اعجاز دیکھ
دشمنانِ حق بھی ٹھہرے مستحق انعام کے

گالیاں دیتے تھے کافر آپ دیتے تھے دعا
تھے یہ انداز آیۂ رحمت کے لطفِ عام کے

آج پھر روشن نظر آنے لگی پہلے کی طرح
ملتِ بیضا لئے اس صبحِ نیلی فام کے

جس کی گردش مدتوں دنیا کو چکراتی رہی
ہم ہیں اب چھلکانے والے اس چھلکتے جام کے

ختم سے کیا جس نے خدا کا حق ادا
ہم سنانے والے ہیں اس آخری پیغام کے

تخت و تاجِ ہند پر بھی ہے مسلمانوں کا حق
ہم نہیں وارث فقط روم و عراق و شام کے

کان امر اللہ مفعولاً کے معنی ہیں یہی
ملک بھی اُن کی ہو جو بندے ہوئے اسلام کے

ستم زدگان مالابار اور آصفجاہ ہفتم

گر اس کشور میں ہی اسلام کے چکر سے کچھ رونق | تو مالابار تیری سرزمیں لالہ گوں سے ہو
عرب کا خون تھا دیوانگی میں جوش کھا اٹھا | حمیت کا یہ جذبہ قرن اول کے جنوں سے ہو
ہوا کیا کٹ گئے گر چند سر ہندوستاں میں بھی | زمیں مشرق کی جب گلگونہ خوں ریزوں کے خوں سے ہو
لمن قتل کے پھندے میں پھنسا دی اس نے گردن | الجھتا کس لئے پھر قاتل اس صید زبوں سے ہو
حکومت سے شکایت ہو نہ شکوہ اس کی سطوت سے | ہمیں گر شکوہ ہو خود اپنے بخت واژگوں سے ہو
گر آصف جاہ ہفتم بیکسوں کے چارہ فرما ہیں | تو ہمدردی یہ ان کی دل سے سوز اندروں سے ہو
عتاب انگریز کا جس پر ہو پھر اس کی مو کیسی | مگر اس سحر کا رشتہ اخوت کے فسوں سے ہو

حجامت

میری داڑھی نے کیا بڑھ کر یہ آج ان سے سوال | کیا یہاں کے نائی بھی کونسل کے ممبر ہو گئے
ہو گیا منسوخ شاید اسلحہ کا ایکٹ بھی | ورنہ کیوں ناخن بڑھے اتنے کہ نشتر ہو گئے
کس لئے کرتے نہیں قانون موسیٰ کا نفاذ
لارڈ ریڈنگ آتے ہی عیسیٰ کے کیوں خر ہو گئے

لہ استرے کو بھی کہتے ہیں سلہ موسائی یعنی یہودی ہیں ۱۲

تاجِ سلیماں

شکستِ اہلِ یوناں اگر کھا رہے ہیں — تو اپنے کیے کی سزا پا رہے ہیں
سنبھل جائیں جنگ آزمایانِ یورپ — کہ ترکانِ احرار گرما رہے ہیں
وہ گرزِ گراں جس سے البرز لرزے — سرِ کفر پر ترک برسا رہے ہیں
خود اپنے حریفوں کے ہاتھوں سے کرزن — حلیفوں کا تختہ الٹوا رہے ہیں
ہوا مصطفےٰ کا جلال آشکارا — حسین اور بدر آج یاد آ رہے ہیں
فرشتوں کے جھنڈ آسماں سے اتر کر — خلافت کو امداد پہنچا رہے ہیں

یہ غارتگری ہے کہ افسونگری ہے — مرا گھر مجھی سے وہ لٹوا رہے ہیں
کہیں ضبط فتوے کہیں بند جلسے — تشدد کی آگ آپ بھڑکا رہے ہیں
مگر لطف یہ ہے کہ خود ہو کے ملزم — سب الزام گاندھی پہ چپکا رہے ہیں
قضا نے جسے اپنے چوتھے پہ کاتا — وہی سوت شوکت سے بنوا رہے ہیں
وہ کمل کی ٹوپی ہے تاجِ سلیماں — محمد علی کو جو پہنا رہے ہیں

یہ مہدی کی آمد کے سامان ہیں سارے
پیمبر کے وعدے قریب آ رہے ہیں

شیوۂ مسلم

تجھے سلمیٰ کی بھی ہو خبر کہ یہ شیوہ حق طلبی ترا
ہے زباں اگر عجمی تری تو حسب تو ہو عربی ترا

ترے آگے کیوں نہ جھکیں فلک تجھے سجدہ کیوں نہ کریں ملک
کہ غلام لم یزلی تھا تو نبی سے مطلبی تھا

ہے شراب کا تو مزہ وہی مگر اختلافِ مذاق سے
کبھی کوزہ سے پینی ترا کبھی شیشہ حلبی ترا

یہ بلائیں جائیں گی آپ ٹل بتصرفِ شہ دوسرا
اگر ان کے کان میں پڑ گیا کبھی نالۂ نیم شبی ترا

آیۃ اللیل

تباہی ٹھان کر اسلامیوں کی
بڑھا ہر سمت سے کفار کا خیل

قدم گاہِ رسولِ مجتبیٰ پر
مسلط ہو گئے یورپ کے جرنیل

شبِ کفر اپنی حد سے بڑھ کے اس طرح
گئی جب مطلعِ اسلام پر پھیل

مجھے یاد آئی قرآں کی عبارت
پڑھا میں نے "محونا آیۃ اللیل"

کسی دن سرحدِ دیں میں سے
یونہی بھر جائیں گے کفار بے نیل

خس و خاشاک کی مانند سب کو
بہالے جائے گی اسلام کی سیل

نئی نئی ضرورتیں

مجھ کو ہے تعاون نہ تغافل کی ضرورت — میں آپ ہوں دریا مجھے کیا پل کی ضرورت

اے سایہ برطانیہ اٹھ جا مرے سر سے — اس سر کو ہے اکلیلِ توکل کی ضرورت

ژولیدگیٔ گیسوئے مشکیں کو نہیں ہے — تکلیف گرہ گیریٔ سنبل کی ضرورت

جب اس چمنستان کی فضا ہی نہیں باقی — مینا کی ضرورت ہے نہ بلبل کی ضرورت

کرتی ہے عمل خود تو تشدد یہ حکومت — اور ہم کو جتاتی ہے تحمل کی ضرورت

کیا خوب! مرے قتل پہ حیرت ہی ہے اُن کو — عارف کو بھی پیش آئی تجاہل کی ضرورت

میں سوختہ ساماں ہوں مجھے برق سے کیا خوف — بجلی ہی کو پیش آئی تامل کی ضرورت

کیا وہ بھی نہتا ہے جو ہو صفِ تیغ و تبر — دہلی سے مقدم ہوئی کابل کی ضرورت

اس میں نہیں کچھ شک کہ عمل خوب ہے لیکن
ہم کو ہے ابھی اور بھی کچھ غُل کی ضرورت

اعظم الجہاد

بے لاگ بات بال برابر لگی نہ رکھ — فرما گئے ہیں حضرتِ خیر البشر یہی

اظہارِ امرِ حق میں نہ ہو خوفِ دار و گیر — ہے اعظم الجہاد بحکمِ خبر یہی

حدیث شریف

دعوت عمل

اگر تم کو حق سے ہو کچھ بھی لگاؤ — تو باطل کے آگے نہ گردن جھکاؤ

حکومت کو تم نے لیا آزما — اب اپنے مقدر کو بھی آزماؤ

ہو تم جس کے ذرے وہ ہے خاک ہند — چھپے ہیں جو اس میں وہ جوہر دکھاؤ

فلک پر مہ و مہر ہو جائیں ماند — زمیں پر اس انداز سے جگمگاؤ

ہمالہ بھی آجائے گر راہ میں — تو ٹھکرا کے آگے سے اس کو ہٹاؤ

کرے قہر سے گنگا بھی گر ہے بسی — پلٹ کر الٹ دو تم اس کا بہاؤ

زمانہ میں روشن کرو نام ہند — ہر اقلیم میں اس کا سکہ چلاؤ

ہر اک ملک کا ہاتھ میں لے کے دل — ہر اک قوم سے اپنی عزت کراؤ

پسینہ گرے ہندوؤں کا جہاں — وہاں تم مسلمان کا خون بہاؤ

زمیں جب ہو اس خاک سے لالہ زار — تو اس پر بساط اخوت بچھاؤ

بھرے ہیں گے یہ برسوں میں جا کر کہیں — مسلماں کے پہلو کے گہرے گھاؤ

پرانا ہوا دفتری اقتدار — سمجھ لو اب اس کا بھی ہے چل چلاؤ

کسی روز خود غرق ہو جائے گی

بہت بہہ چکی ہے یہ کاغذ کی ناؤ

سفینۂ امت

خزاں رسیدہ چمن کو طیور زمزمہ سنج — نوید آمدِ فصلِ بہار دیتے ہیں
زمانہ قید کا برطانیہ کے زندانی — مصیبتوں میں خوشی سے گزار دیتے ہیں
وہاں بڑھی ہوئی جتنی ہے منزلت جس کی — یہاں اسی قدر اس کو فشار دیتے ہیں
نبی جہاز سے طوفاں میں اپنی امت کو — کنارہ پر بسلامت اتار دیتے ہیں

دکن رہے جو سلامت یہی غنیمت ہے
وہ کب نظام کو واپس بہار دیتے ہیں

انک انت العلی

دوبالا

نبی کے گھر سے نکل گئے بت حرم کی رونق ہوئی دوبالا — ہل گئے وہاں بت شکستی رت بنی امت کا نام اچھا
نبی جب بالصفا کی چوٹی تو سب نے ہی کی بہار نونی — کرن قمر الیس کی جو پھوٹی تو سارا عرب میں اجالا
ہیں مکے سے جب نبی نے کہا یہ صدیق ہی سے بنے — کیا جو رخ ثور کا کسی نے تو کڑیاں لیویں گی جالا
وہیں ہیں گھومتا ہوں نبی کی دہلیز چومتا ہوں — شراب حق پی کے جھومتا ہوں ہے مست رسالہ پلانے والا

مجھ سے میرا عرب ہے میرا جہاں میں جو کچھ ہے سب ہے میرا
اگر سلماں نعت سے میلا تو بول ہوگا میرا ہی بالا

ساعتِ قدر

شبِ قدر اس سہانی رات کا خندہ پر تو ہر — بدل دیتی ہو جس کی فرخی ناقص کو کامل سے
بتانا چاہتے تھے ایک روز امت کو پیغمبر — کہ باہر کب نکلتی ہے یہ لیلیٰ اپنے محمل سے
ہمارے خاکدانِ تیرہ پر کس وقت اترتی ہیں — خدا کی رحمتیں اس گنبدِ مینا کی منزل سے
مگر امت کو لڑتے دیکھ کر صدمہ ہوا ایسا — کہ ساعت کا تعین ہوگیا محو آپ کے دل سے

اسی دن سے وہ بہجا ہے ساعتِ قدر اہلِ بینش کی
ملیں آپس میں دو توحید کے فرزند جب دل سے

محفلِ نشاط

جب تک جلائے نہ تفِ سوزِ دروں مجھے — ممکن نہیں کہ آئے قرار و سکوں مجھے
ساقی سے بے نیاز ہیں سرمستیاں مری — خونِ جگر ہو کیفِ مئے لالہ گوں مجھے
فضلِ خدا فراخورِ فطرت ہے اے حکیم — دی تجھ کو حق نے عقل تو بخشا جنوں مجھے
میرا یہ جرم ہے کہ یہاں ناز کا سلام کیا — خاکِ حرم ستائی ہو کیوں بھئے خوں مجھے

اک محفلِ نشاط ہے قیدِ فرنگ بھی
از بسکہ ہے سرورِ قلم ارغنوں مجھے

انقلاب

گر ہماری طرح تم بھی غیر کے محکوم ہو — پھر ذرا تم کو بھی قدر عافیت معلوم ہو

ظلم کو انصاف کہہ دینا تو آساں ہے مگر — قائل اس منطق کے ہم جب ہوں کہ تم مظلوم ہو

ہم ہی کیوں روح القدس کے فیض سے محروم ہیں — تم ہی کیوں پاپائے روما کی طرح معصوم ہو

بے کسوں پہ لے خدا بیداد کی حد ہوگئی — تو ہی ان کا وارث یا حی یا قیوم ہو

اپنی سنت حق نے دہرائی باندازِ جدید — فیصلہ ناطق تھا قرآں کا کہ غالب رہو تم

رمز استخلاف کردے گی ہر معنی کی شرح — گر خیر الامم ایسا ہی اس کا مفہوم ہو

وقت آپہنچا کہ برپا ہو نیا اک انقلاب — اور یہ نظم زندگی بار دگر منظوم ہو

وقت آپہنچا کہ ہو تقسیم قوموں کی نئی — اک نئی دنیا ہو اور اس کا نیا مقسوم ہو

وقت آپہنچا کہ مٹنا بود تہذیب جدید — ہست و بود اس کا وجود نقطہ موہوم ہو

وقت آپہنچا کہ عزت کالے بندوں کو ہو — ساعت آپہنچی کہ جو خادم ہے وہ مخدوم ہو

وقت آپہنچا کہ پھر ہو زندہ آئینِ کہن — پھر بہار باغ ہستی آشنا مرحوم ہو

وقت آپہنچا کہ دور جام تسنیم ہو چلے — ہر در دل پر خم ختام مسک سے مختوم ہو

انتم الاعلون کا غل مچ رہا ہو عرش پر

اور پرستارانِ حق کی قدسیوں میں دھوم ہو

عالم آشوب

زنداں میں بند ہند کے احرار ہو گئے — اخیار اسیرِ پنجۂ اشرار ہو گئے

ارزاں ہے جنسِ بیعت ہر رہروانِ دوں — کرتے ہی اس سے توبہ گنہگار ہو گئے

گاڑھا پہن لیا تو ہوئے موردِ عتاب — ململ خرید لی تو وفادار ہو گئے

کیا انقلاب ہے کہ عرب کے شریف بھی — تہذیبِ مغربی کے پرستار ہو گئے

نصرانیوں سے رشتہ اخوت کا جوڑ کر — عثمانیوں سے برسرِ پیکار ہو گئے

قطعِ رگِ خلافتِ کبریٰ کے واسطے — برطانیہ کے ہاتھ میں تلوار ہو گئے

اسلامیوں کی سیزدہ صد سالہ جائیداد — یورپ کی نذر کرنے کو طیار ہو گئے

وہ گھر جو خود کبھی عربوں نے بسائے تھے — آج ان کے اپنے ہاتھ سے مسمار ہو گئے

ناموسِ کعبہ بیچ کے گو فیصل اور حسین — عقبیٰ کی ذلتوں کے سزاوار ہو گئے

ثمرہ انہیں ملا یہ اضاعوا الصلوٰۃ کا — مغرب کی لعنتوں میں گرفتار ہو گئے

مانا کہ ان کی قوم فروشی کی آڑ میں — وہ مسئلے جو سہل تھے دشوار ہو گئے

لیکن خدا کے فضل نے عقدہ کیا یہ حل — اس حیلہ سے جو خفتہ تھے بیدار ہو گئے

دنیا کے گوشہ گوشہ سے اٹھ کر خدا پرست — قربانِ دینِ احمدِ مختار ہو گئے

ہندوستان و کابل و ایراں کے سرفروش — ترکوں کے یار و مددگار ہو گئے

کشتی ڈبو کے خود تو عرب غرق ہو گیا — لیکن شناورانِ عجم پار ہو گئے
آزر سے گھر خدا کا اُجاڑا نہ جا سکا — صد ہا خلیل کعبہ کے معمار ہو گئے

تفاخر و تذلل

میں اپنی قوتوں کو اگر منتظم کروں — گردونِ خیرہ چشم کی گردن کو خم کروں
اعدائے حق سے لشکرِ باطل کو دوں شکست — اعدائے حق کو ضربِ تیغ دودم کروں
ٹوٹے طلسمِ شرک، ہو اللہ کا نشاں — آئینۂ نما میں اگر مرتسم کروں
اک بات میں شریف گرے ساتھ لات کے — میں کس کے بل جو عزمِ طوافِ حرم کروں
آراستہ کروں جو خلافت کے باغ کو — ہر ہر ورق کو رشکِ حنا ارم کروں
ہو غلغلہ "لقد صدق اللہ" کا بلند — فتحِ قریب کی جو بشارت رقم کروں
پہلا سبق ملا ہے "الف، لام، میم" کا — پھر کیا ضرور ہے کریں شرح الم کروں
یارب ترے کرم سے شکایت ہو گیا مجھے — گر جانِ ناتواں پہ میں خود ہی ستم کروں
بٹہ لگاؤں آپ اب دجد کے نام کو — اپنی غرض کو کفر کے مقصد میں ضم کروں
اپنوں سے تاج چھین کے دے دوں پرایوں کو — برطانیہ کی نذر عرب اور عجم کروں
اپنا گلا بھی کاٹ لوں آپ اپنے ہاتھ سے — پھر مرثیہ بھی آپ ہی اپنا رقم کروں
ہے میری ذلتوں کا یہ مضمون بہت وسیع — طاقت کہاں کہ اس کو سپردِ قلم کروں

خروشِ مسلم

ہو سودا جب ہے لیلائے خلافت کا مرے سر کو
انھوں نے حشر کا میداں بنایا ہے مرے گھر کو

مجھے اس وقت سے دعویٰ زمیں پر آسماں کا ہے
ستمگاروں نے ڈالا جب ہے زنداں میں مرے اختر کو

حرم میں بھی جب اس کا آشیاں ہو جائے گا کستر
گلہ بجلی سے کیا پھر ہند میں ہوگا کبوتر کو

زمیں تھرا گئی آوازۂ اللہ اکبر سے
خروشِ مسلم شوریدہ شرماتا ہے تندر کو

جلایا اس نے مردوں کو باذن اللہ قم کہہ کر
جگایا اس نے ایک آواز میں ہندوستاں بھر کو

لگا دی سب کے دل میں ایک ساعت میں لگن اپنی
ملایا اس نے مالابار کی سرحد سے خیبر کو

مسیحیت مسلمانی سے ٹکراتی تو ہے لیکن
کسی نے آج تک شیشے سے توڑا بھی ہے پتھر کو

مرے دل میں جو دولت ہے وہ اُن کو مل نہیں سکتی
وہ اس عزت سے عاری ہیں جو حاصل ہے مرے سر کو

یہ سر وہ سر ہے جس پر تاج ہے دینِ محمد کا
یہ دل وہ دل ہے جس پر ناز ہے اللہ اکبر کو

فدا دادے رہے ہیں کیا وہ ہم کو طوقِ جولاں کا
پہنتا خوشی سے مومن اس ایماں کے زیور کو

ایمان کی شناخت

"رکھی زباں نے اس دلِ فسق آشنا کی شرم
علم اس کے وسوسوں کا اگر دھوکہ ہو"

یہ واردات قلبِ صحابہ کرام کی
سن کر کہا نبی نے کہ ایماں یہی تو ہے
(حدیث)

سیاسیات عالیہ

بسکہ تھا تثلیث عنواں دینِ قسطنطین کا
پڑھ گیا آکر سبق انگورہ میں "والتین" کا

یک بیک انگورہ کے انگور کھٹے ہو گئے
لومڑی سے رشتہ ہے دیرینہ قسطنطین کا

کہہ دو آغا خاں سے اب لاٹھی ہی کچھ کام آئے گی
بھینس کے آگے ہے یہ صرف بجانا بین کا

وائے ناکامی کہ چشمے تیل کے سوکھے تمام
لے کے لائیڈ جارج جب ورثے کنستر ٹین کا

نام حسرت سے لیا کرتے ہیں کرزن ان دنوں
مرو کا شیراز کا تبریز کا قزوین کا

حد یہ ہے سرحد کہ سب آئین لکھتے ہیں اسے
بن گیا آئینہ سنہ ۲۵ اسلامیہ آئین کا

جب دعا مانگی یہ مسلم نے کہ ہو ترکوں کی فتح
مچ گیا غل عرش پہ چاروں طرف آمین کا

چراغِ حرم

ثابت جب اپنے آپ کو خیر الامم کیا
ہم نے کیا وہ کام کسی نے جو کم کیا

تیغِ جہاں کشا سے جھکایا سرِ عجم
نوکِ سناں سے گردنِ روما کو خم کیا

گھر گھر میں ہم نے حق کی تجلی بکھیر دی
روشن گلی گلی میں چراغِ حرم کیا

پہنچا دیا پیامِ خدا ہر دیار میں
ہر ملک میں بلند نبی کا علم کیا

بخشی ہمیں غلامیِ سردارِ کائنات
کتنا بڑا خدا نے یہ ہم پر کرم کیا

وجدانِ سلیم

بسکہ تنہائی میں تھا شوقِ غزل خوانی مجھے — کر دیا قسمت نے انگریزوں کا زندانی مجھے
جو مضامیں آج تک تھے برتر از فکرِ بلند — بیٹھے بیٹھے سوجھ جاتے ہیں بآسانی مجھے
سالہا سال اتباعِ اسوۂ یوسف کیا — دولتِ ایماں کی حاصل ہے فراوانی مجھے
فارغ از فکرِ معاش آسودہ از رنجِ عیال — نعمتیں کیا کیا خدا نے کی ہیں ارزانی مجھے
راہِ حق میں سر جو کٹ جاتا تو تھی اک بات بھی — کیا تسلی دے گی یہ تھوڑی سی قربانی مجھے
جن کو انہونی سمجھتے ہو وہ باتیں ہیں اٹل — یہ خبر دیتا ہے میرا ذوقِ وجدانی مجھے
پردۂ استقبال کا سرکا کے دکھلایا گیا — ترک کا تارک پر اکلیل جہانبانی مجھے
آج سے کل میری آنکھوں میں کھٹکتے ہیں نظر — خوار و ابتر دشمنانِ نوعِ انسانی مجھے

دولتِ اسلام کے وابستہ دامانوں میں ہوں
میری دولت ہے مری وابستہ دامانی مجھے

اسلام کی شناخت

اللہ کو پسند ہیں دو خصلتیں تری — جو تیری جانب اس کو دلاتی ہیں التفات
مولس ہے بردباری اور ذی وقار بھی — اسلام کی شناخت ہے الحلم والاناۃ
(حدیث)

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

گئے وہ دن کہ اکرم کے لئے نفی شرط تقویٰ کی
شرف سب سے بڑا یہ تھا کہ دل میں خوف حق ہو

امرا د رداؤں کا ہو سوتے جاگتے تھک
بغل میں ہو اگر سنت تو مصحف ہر بغل میں ہو

سب اک تسبیح کے دانے ہوں جن کا رشتہ ایماں
مساوات اور اخوت سب مسلمانوں کا آئین ہو

بڑے میں اور چھوٹے میں محبت ہو اخوت تا تمام
وہ قلزم ہو یہ جیحوں ہو وہ ہوا اور یہ زمیں ہو

گھرانا ایک ہو ان کا گھر ان کا ہو جہاں سارا
مراکش ہو عرب ہو ہند ہو ایران ہو چیں ہو

یہ تقاضا ہو اب تو مگر اپنی یہ حالت ہو
کہ اعلیٰ ذات بالا ہو ادنیٰ ذات پائیں ہو

یہ پوچھا جا رہا ہے آج کل خدام ملت سے
کہ تم ہو ذات کے راجپوت مذہب کے یا دیں ہو

شعوبیت کے سانچے میں ڈھلے جب بت تشتت کا
کہ ہر ذرہ اینٹ کی مسجد کی اس عصبیت زمیں ہو

تو شتت شلم کی پھر مساجد میں دعا کیسی
کہیں کافر کے منہ سے ہی بلند اس پہ آمیں ہو

خانۂ خدا کی حضوری

مسجد کو بسایا بھی اسی شخص نے جس کو ۔
حاصل ہو حضوری سبب اللہ کے گھر کی

توحید میں اور روز جزا میں رہا شک
اُس مرد مسلمان کے ایمان میں کیا شک

(حدیث)

حسین ابنِ علی

اک وہ بھی حسین ابنِ علیؑ تھا کہ سر اس نے
مر کر بھی نہ خالق کی حضوری میں جھکایا

خود جل کے گیا معرکۂ کرب و بلا میں
دنیا کو قیامت کا سماں جس نے دکھایا

تھا سینہ سپر ایک ہزار دں کے مقابل
باطل کے دس انبوہ نے اس کو نہ ڈرایا

اسلام کی حرمت پہ امام الشہداء نے
سرِ شمر کے خنجر سے بصد شوق کٹایا

دیکھا جو یہ سر نوکِ سناں پر تو فرشتے
سمجھے کہ سوا نیزے پہ سورج اتر آیا

سُنئے دو ذرا نقشِ روایاتِ پیمبر
خود اپنے نہیں سبطِ پیمبر نے مٹایا

اک تو بھی حسین ابنِ علی ہے کہ ترا ہاتھ
اُس ہاتھ میں ہے جس نے گھر اسلام کا ڈھایا

نسبت ہو ترے نام کو بھی آلِ عبا سے
تو نے مگر اس نام کو خود بٹہ لگایا

برباد ہوئی خود تری کوشش سے وہ بستی
جس کو ترے اسلاف کی ہمت نے بسایا

کل تک عرب آزاد تھے لیکن ہیں غلام آج
راعی کو رعایا ترے ہاتھوں نے بنایا

ہیں کعبہ کی دہلیز پر جس خون کے چھینٹے
خود صحنِ حرم میں ترے خنجر نے بہایا

شام اور عراق اور فلسطین کے اندر
جو فتنہ ہے برپا اسے تو نے ہی جگایا

پیوندِ عرب تیری ہی اغراض جتانے
دامانِ اناطولیہ سے قطع کرایا

تو مر نہ گیا کس لئے اُس وقت سے پہلے — تثلیث نے جب پرچمِ توحید گرایا
اس پہ ہے یہ خواہش بھی کہ مل جائے خلافت — فیصل ہوں ترے ہاتھ سے اُمت کے قضایا

خفاشِ سیہ روز ہو خورشید کا ہم چشم
اندھیر کیا ہے زمانے میں خدایا

حقایق

دل ہی پہلو میں تو پیدا شیوۂ ترکانہ کر — جورِ ہفت افلاک سے ہوتے ہیں پروا نہ کر
غم کو خود آ کر بہانے جائے گی موجِ سرور — دیکھتا کیا ہے اُٹھا اور ذکرِ پیمانہ کر
دعویٔ الفت جتا کر بعد میں رسوا نہ ہو — دار پر چڑھنے سے پہلے رازِ عشق افشا نہ کر
ظرفِ نیساں چاہتی تھی قطرۂ آشائی تری — برگِ گل کی طرح شبنم کے لئے ترسا نہ کر
کام ابراہیموں کا ہو کہ کھیلیں آگ سے — کود پڑ شعلوں میں خوفِ انجام کا اصلا نہ کر
لے کے نام اللہ کا طوفاں میں کشتی ڈال دے — خوفِ بے پایانیٔ دریائے موج افزا نہ کر
خود عمل تیرا ہے صورت گر تری تقدیر کا — شکوہ کرنا ہو تو اپنا کر مقدر کا نہ کر

سایۂ شمشیر میں پوشیدہ جنت ہے مگر
ناکسوں کے سامنے اس بھید کا چرچا نہ کر

برار

رندوں کو سیر آنکھ کا ساقی اشارہ ہو
پھر کیوں نہ محتسب کی ردا پارہ پارہ ہو

نکلا ہے ڈوب کر جو افق پر بصد فروغ
شاید یہ اے دکن ترا ہی ستارہ ہو

آثار تو یہی ہیں کہ نکلیں اجارہ دار
اور یک قلم برار کا فسخ اجارہ ہو

چھینا ہوا جو حق ہے وہ حقدار کو ملے
کتنا ہی خواہ اس میں کسی کا خسارہ ہو

ہاتھ آئے پھر یہ گم شدہ لولوئے شاہوار
تاج نظام اس سے مکلل دوبارہ ہو

دیتا ہی باغبان جو گلشن کو ہو نصیب
کس درجہ دلفریب پھر اس کا نظارہ ہو

زہر اور اُس کا تریاق

کسو گے تم جب کہ پیچ پرزے شرع کی کل کے
شکنجہ مغربی تہذیب کا ڈھیلا نہیں ہوگا

خروش کفر تھم سکتا نہیں گر دیں کے حلقوں میں
سرود رتل القرآن ترتیلا نہیں ہوگا

مسلماں تھام لیں گے جب کہ حبل اللہ کا دامن
موثر کافروں کا کوئی بھی حیلہ نہیں ہوگا

ڈسیں گے پھر بھی یہ افعی کہ ڈسنا ان کی فطرت ہے
مگر اس وقت ان کا ڈنک زہریلا نہیں ہوگا

شجر اسلام کا پھولا پھلا ہوگا خزاں میں بھی
کوئی برگ اس درخت سبز کا پیلا نہیں ہوگا

تاجدارِ دکن کو سنگھٹن کی دھمکی

اُٹھا ہے سنگھٹن کی فضا سے یہ غل بپا — شدھی سے دشمنی ہے حضورِ نظام کو

حد سے گزر رہا ہے تعصب حضور کا — بٹہ لگا رہے ہیں حکومت کے نام کو

باقی بچا جو ہاتھ سے اورنگ زیب کے — گن گن کے لے رہے ہیں وہ اُس انتقام کو

مانا کہ مجتنب ہیں وہ "عملِ ہنید" سے — خوانِ خلیل ہیں سب شرف جس طعام کو

اور حلقۂ ہنود میں کچھ دیر کے لئے — تسکین ہو گئی جذباتِ عوام کو

لیکن یہ کیا کہ گوشِ دکن تک ہمارے لوگ — پہنچا سکیں نہ اپنے دھرم کے پیام کو

انصاف کیا یہی ہے کہ خود تو شہِ دکن — رغبت دلائیں دین کی ہر خاص و عام کو

دعوے کریں ظہور کی ہر شخص کو صلاح — کرتے ہوں پیش روضۂ دار السلام کو

اور ہم کریں کسی کو بھی شدھی اگر تو آپ — بھیجیں یہ حکم اپنے مدار المہام کو

"قارورہ گائے کا نہ پئے کوئی حق پرست — اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے رام کو"

ہونے نہ پائے کوئی مسلمان آریہ — چھوڑے جو دیں تو تیغ بھی چھوڑے نیام کو"

ان سب خرابیوں کا یہی توڑ ہے کہ ہم — پہلے کریں درست خود اپنے قوام کو

ہو جائے سنگھٹن جو ہمارا تو اس طرح — آقا کبھی نہ گھور سکے گا غلام کو

تھا خامشی جواب اس الزام کا مگر — کب مانتا ہے خامہ مری روک تھام کو
کیوں باغباں کرے نہ حفاظت طیور کی — صیاد رے کے باغ میں گرجائے دام کو
جو ہیں خدا پرست ہوں کیوں سامری پرست — کیوں چھوڑ دیں شریعت خیر الانام کو
گو بسلے دہی کو مسلمان کھائیں کیوں — کیوں کر حلال میں وہ ملادیں حرام کو
کیا حق ہے آریوں کو کہ جا رورہ کرکے پیش — اسلامیوں سے چھین لیں کوثر کے جام کو
کیا حق ہے کفر کا کہ خلیع العذار ہو — روکے نہ کوئی اس فرسِ بدلگام کو
یہ ہرزہ خواں گروہ عجب بدتمیز ہے — پہچانتا نہیں ہے ادب کے مقام کو
یہ لوگ آج بادشہوں پر ہیں حرف گیر — کل تک نہ پوچھتے تھے جنہیں ہم غلام کو
بے سود ہیں یہ سنگ زنی ببکیاں تمام — اس سے کوئی ڈر انہیں سکتا نظام کو
ہرگز کبھی پہنچ نہیں سکتا کوئی گزند — غوغائے سگ سے جلوۂ ماہِ تمام کو

ماں باپ کا ادب

اک دن نبیؐ نے حلقۂ اصحاب میں یہ لفظ — دہرائے تین بار کہ ”ناک اس کی کٹ گئی“
اصحاب نے کہا کہ یہ کمبخت کون ہے — توقیر جس کی حضرتِ باری میں گھٹ گئی
ارشاد یوں ہوا کہ وہ فرزند ناخلف — گھر جس کے جنت آئی اور آکر پلٹ گئی
ماں باپ کا جسے نہ بڑھاپے میں ہو خیال — اس نا سعید بیٹے کی قسمت الٹ گئی
(حدیث)

انتظارِ سحر

تجھے فکر کیوں ہو اے دل کہ یہ شب بسر بھی ہو گی ؛ ہے ابھی اگر اندھیرا تو کبھی سحر بھی ہو گی !

ہے اثر دعا میں پنہاں مگر اس کے ساتھ تجھ کو اگر اعتقاد ہو گا تو وہ زود اثر بھی ہو گی ،

ہم سوادِ آفرینش ہے بقدرِ نورِ بینش تری آنکھ اگر کھلے گی تو جہاں نگر بھی ہو گی

ہو بپا کہیں بھی طوفاں وہ یہی گماں کریں گے کہ ضرور اس میں شامل مری چشمِ تر بھی ہو گی

ہے پھر ابرہہ کی کوشش کہ بنا رکھے فسادے مگر اس ایماں کو شکستہ کہ ہم یہ سر بھی ہو گی

اگر آج ہم پہ ٹوٹی شبِ غم پہاڑ بن کر تو یہ رات ٹل ہی جائے گی کبھی آپ ہی ہو گی

عرب و عجم کے ذرے ہوئے آفتاب جس سے کسی روز دیکھ لینا وہ نظر ادھر بھی ہو گی

اطاعت و استطاعت

جب اک دن سرورِ کون و مکاں کے دستِ اقدس پہ یمیناً او یساراً کہہ کے کچھ لوگوں نے بیعت کی

تو شانِ رحمۃ للعالمینی کا تقاضا تھا کہ اس بالسمع والطاعۃ میں قیدِ استطاعت کی
(حدیث)

رشتہ اسلام

ہٹے بالشت بھر تم بھی اگر ملت کے دامن سے تو کٹ کر گر پڑے گا رشتہ اسلام گردن سے
(حدیث)

فرعون کی آرزو

ہم دنیا کی بلند ترین چوٹی پر چڑھ کر آسمان کی قریب ترین فضا میں پہنچنا چاہتے ہیں (جنرل سی جی بروس)
(سول اینڈ ملٹری گزٹ۔ فروری ۱۹۲۴ء)

فرعون نے ہامان کو فرمان بھیجا — ڈرتا مجھے منظور ہے موسیٰ کے خدا سے
اک قصر فلک بام میرے واسطے بنوا — جو رشتہ ثریا کا ملاتا ہو ثریٰ سے
اُس کو تو یہ حسرت ہی رہی لیکن اب انگریز — کشتی وہی موجود ہیں لڑنے کو قضا سے
کہتے ہیں کہ ہم سقفِ ہمالہ پہ پہنچ کر — چھینیں گے سب اسرارِ ازل جو سماسے

سیڑھی تو نہیں قدس کی ہاتھ آگئی لیکن
برسیں نہ شہاب ان پہ کہیں اس کی فضا سے

اُلٹی گنگا

آج اُن سے کوئی پوچھے اے پرستارانِ امن — کر رہا پنجاب میں اس وقت دنگا کون ہے
کون بازاروں میں لٹھ باندھے ہوئے پھرتا ہے آج — شہد پن کس کا چلن ہے اور لفنگا کون ہے؟
جامۂ تہذیب انسانی دیا کس نے اتار — موچی دروازہ میں ناچا ہو کے ننگا کون ہے؟
لارڈ ریڈنگ کہیں قانون شکن ہم ہیں کہ آپ — ہند میں اُلٹی بہائی جس نے گنگا کون ہے!

ضربِ العمّال

اُڑتی سی اک خبر ابھی آئی ہے تا بہ بر
سرمایہ دار چل دیے مزدور آگئے

جو مطلق العنان تھے جڑ ان کی کٹ گئی
جو کہتے تھے حمایتِ دستور آگئے

ہو مژدہ اعتدال پسندانِ ہند کو
نئے اُن کی دوستی میں جو مشہور آگئے

اس انقلاب سے مری آنکھوں کے سامنے
جتنے بھی تھے حقایقِ مستور آگئے

قیصر پرانی وضع کے گر مٹ گئے تو کیا
اُن کی جگہ نئے نئے فغفور آگئے

یہ فرقۂ جدید بھی انگریزی تو ہو
خونِ رگِ بریدۂ چنگیزی تو ہے

محتاط سائیس

کون کہتا ہے کہ حسن رم آئین ہے سرکار کا
اور دیا ہے اس کو درسِ احتیاط ابلیس نے

اب ملاقاتیں ہوئیں احرار کی گاندھی سے بند
مشورہ اچھی طرح جب کر لیا دو سبیس نے

ڈر یہ تھا شاید کہ کونسل سے نکل کر یک بیک
پھر نہ یہ شوریدہ سر لگ جائیں چکی پیسنے

اصطبل کے اندر آکر چور گھوڑا لے گیا
بند پھاٹک جب کیں جا کر کیا سائیس نے

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کا پیغام

کس مپرسی کے دنوں میں تو ہمارے تھے صدر ۔۔۔ کرتے رہتے تھے بہت دعویٰ غمخواریٔ ہند

کہتے رہتے تھے کہ عمال کا ہوتے ہی عروج ۔۔۔ ختم ہو جائیں گے ادبارِ نگونساریٔ ہند

بے سبب ہم سے نہ تھی آپ کی یہ ہمدردی ۔۔۔ آپ بے وجہ نہ کرتے تھے طرفداریٔ ہند

آپ واقف تھے اُن اسباب سے جن کے باعث ۔۔۔ بڑھتی جاتی تھی ہر انگریز سے بیزاریٔ ہند

ہم تو کیا چیز ہیں خود آپ کی یہ حالت تھی ۔۔۔ کہ نہ ضبطی سے بچی آپ کی بیداریٔ ہند

آپ کو اچھی طرح تھی یہ حقیقت معلوم ۔۔۔ کہ گرفتاریٔ گاندھی ہے گرفتاریٔ ہند

اب جو ہاتھ آپ کے آئی ہے حکومت کی عناں ۔۔۔ تو اس انداز سے فرماتے ہیں دلداریٔ ہند

کہ نہ چھوڑی روش ترک موالات اس نے ۔۔۔ تو یہ مشکل ہے کہ آسان ہو دشواریٔ ہند

اچھی ہے سلف گورنمنٹ کی خواہش لیکن ۔۔۔ ہونے پائے نہ تزلزل نہ وفاداریٔ ہند

کوئی انگریز نہ تہدید سے ہوگا مرعوب ۔۔۔ اس سے ہلکی کبھی ہوگی نہ گرانباریٔ ہند

ہے یہ وہ قوم جو کل تک تھی ہمارے ساتھ ۔۔۔ آج کرتی ہے مگر وعظِ غلط کاریٔ ہند

دل نوازی میں یہی لوگ تھے کل تک مشہور ۔۔۔ آج کرتے ہیں جو اس طرح دل آزاریٔ ہند

تہنیت کے اگر اس پر بھی انہیں جائیں پیام
مقتضی ہے کب اس بات کی خودداریٔ ہند

سرزمینِ بے آئین اور اسیرانِ فرنگ

پسینے ہیں جیل میں چکی اسیرانِ فرنگ
آسیائے گردشِ دوراں ہے زندانِ فرنگ

جو نہ دے ان کو ضمانت قید کاٹے تین سال
کیوں نہ ہو تثلیث ہی ٹھہرا جو ایمانِ فرنگ

پاؤں میں بیڑی گلے میں تختی اور ہاتھوں میں داغ
اُمتِ مرحوم پر کیا کیا ہیں احسانِ فرنگ

آسیا کا دستہ حجت حلقہ جولانِ نیل
اپنی منطق پر ہیں نازاں نکتہ سنجانِ فرنگ

صبح کو پالک کے ڈنٹھل شام کو اُبلے سوء
ہم رہے اس شان سے برسوں ہی مہمانِ فرنگ

ہم سیہ بختوں کو روغن بھی ملا ہو کر سیاہ
کیونکہ ہے روغن کی زردی حصۂ خوانِ فرنگ

برّخ گندم نے ہمیں اولادِ آدم کر دیا
ورنہ کھاتے تھے چنے ہم بن کے گودانِ فرنگ

چھ چھٹانک آٹے میں مٹھی بھر ہو ستو کی [illegible]
ورنہ کیا یاد آئے گا اندازۂ نانِ فرنگ

ایک دن سرجان بیفی سے یہ مسلم نے کہا
اے کہ اس کشور میں ہے تو مظہرِ شانِ فرنگ

کچھ خبر اس کی بھی ہے تجھ کو کہ تیرے دور میں
خلق کو ہے شکوۂ جورِ فراوانِ فرنگ

صوبہ سرحد کے اندر اک قیامت ہے بپا
غرق آنکھیں ہو گئے سب عہد و پیمانِ فرنگ

لے کے بنوں سے پشاور تک جدھر ڈالی نظر
ہے سبھی تختہ مشقِ شمشیر و پیکانِ فرنگ

[illegible] اندر ہند و دہلی میں دونوں پامال
ان کے خون سے لالہ گوں ہے تشنہ پیکانِ فرنگ

تیرے مسلک میں ہو سنگِ راہ و مغرب کانگرس
تیری نظروں میں خلافت خانہ داماں فرنگ

یہ بھی سوچا تو نے ہوگا اس جفا کا حشر کیا
کب تلک آخر یہ خروش و جوشِ طوفانِ فرنگ

حضرت میثمی سے عجب نقرے یہ مسلم نے کہے
جس طرح گرجا یہ فخرِ ضیغمستانِ فرنگ

دل! تمہارا بات اچھی طرح ہم نے سن لیا
ہم ہے استاد اور تم طفلِ دبستانِ فرنگ

تم وکالت جن کی کرتا ہو وہ باغی لوگ ہو
ہو وہ سب کا حسب بلیغانِ عریفانِ فرنگ

کانگرس کو اور خلافت کو کرے گم ہم تباہ
گر نہ یہ دونوں رہا ہو کر غلامانِ فرنگ

یہ جواب صاف مسلم سن کے شملہ چل دیا
جس کی چوٹی پہ ہے اونچی سب دکانِ فرنگ

لارڈ ریڈنگ اس کاں میں سچے کو آئے پر
ہندیوں کے ہاتھ جنسِ عدل و احسانِ فرنگ

دیکھیے مسلم کو کیا سودا یہاں آتا ہے ہاتھ
دیکھنا قائم کس طرح رکھتی ہے میزانِ فرنگ

لاٹ صاحب نے بھی گر سر جان سیمن کی طرح
حمل کے جیسے یہ ڈالا پردہ آنِ فرنگ

مسلم شوریدہ کا یہ آخری ہوگا پیام
ربِ اکبر سے کرو خوف اے خدایانِ فرنگ

یوں ہی گر ہوتا رہا سرحد کی آبادی پہ ظلم
سب دھرا رہ جائے گا یہ ساز و سامانِ فرنگ

معارف

توقع خیر کی رکھو نہ لبرل سے نہ ٹوری سے
کبھی آٹا نکل سکتا نہیں چونے کی بوری سے

رسن سازان مغرب گو حریص اپنے فن میں یکتا ہیں
نہ سیکھا باندھنا ہم کو مگر احساں کی ڈوری سے

ڈگر بھی ہے یہی لامی ہی بات کہتے ہیں اس کی
حکومت کیا کرے معذور ہے آنکھوں کی کوری سے

لگی ہیں آگ لگنے کا بجھے اسے ہمیں غم کیا
کہ کتنا آگ لگتے ہی نکل جاتا ہے موری سے

یہ چنگاری جو ملتان اور امرتسر میں سلگی ہے
چرا لائے ہیں شاید مالوی جی چور چوری سے

یہ دولت مانگنے سے آدمی کو مل نہیں سکتی ہو
گر آزادی کی خواہش ہو تو چھینو سینہ زوری سے

کونسلوں کے شیدائی

یہ سچ ہے کہ دلکش ہے تقریر تیری
یہ مانا کہ حاصل تجھے ووٹ بھی ہے

شمار اور اعداد ہیں تجھ کو ازبر
بغل میں اجنڈے کی اک پوٹ بھی ہے

کسی مصلحت سے بہ تقلید گاندھی
کسا تو نے گاڑھے کا لنگوٹ بھی ہے

مگر اٹھ کے محفل کو جو تلملا دے
ترے دل میں اس درد کی چوٹ بھی ہے؟

شریعت اسلامی اور یورپ

قطع ید سارق پہ ہے یورپ کا یہ فتویٰ
وحشی ہے وہ قانون جو دیتا یہ سزا ہے

تہذیب کے استاد کے اس قول کو سن کر
میں نے یہ کہا آپ کا ارشاد بجا ہے

دو تولہ ربڑ کے لئے افریقہ میں لیکن
اک ہاتھ اور اک پاؤں جو کٹ جائیں یہ کیا ہے

مقطوع ہوں اعضا فقط اتنی سی خطا پر
مزدور نے پیمانہ سے کم کام کیا ہے

ہو شغلہ تفریح کا مشغلہ حبشی کا
کس مذہب و ملت میں یہ تعزیر روا ہے

ہے معترض اسلام پہ چوروں کا یہ ہمدرد
خود اس نے کبھی جائزہ اپنا بھی لیا ہے

شمشیر سے منہ موڑ کے تنکے سے الجھنا
اے امت عیسیٰ تری دیرینہ ادا ہے

سر میلکم ہیلی کے ملفوظات

جناب حضرت ہیلی کو یہ غم کھائے جاتا تھا
نہ کر دے سرنگوں مشرق کہیں مغرب کے پرچم کو

چھڑی آزادیٔ ہندوستاں کی بحث کونسل میں
تو ظاہر یوں کیا حضرت نے اپنے اس چھپے غم کو

ہماری بھی وہی غایت ہے جو مقصد تمہارا ہے
خدا وہ دن کرے گردوں کے تارے بن سکو تم بھی تو

علم بردار ہیں انگریز اس تہذیب کے جس نے
دیا ہے درس آزادی تمام اقوام عالم کو

حکومت آج تم کو سونپ کر ہو جائیں ہم رخصت
مگر اندیشہ اس میں ہے فقط اس بات کا ہم کو

ہمارے بعد کون اس ہاتھ کی شوخی کو روکے گا
جو بے کل ہے کہ لا کر ڈال دے گنگا میں زمزم کو

مسلماں ہندوؤں کو ایک جلسے میں مٹا دیں گے
اڑانے جائے گا یہ آفتاب آتے ہی شبنم کو

کسی نے کاش یہ تقریر سن کر کہہ دیا ہوتا
کہ دے سکتے نہیں ہو تم اب ان فقروں سے دم ہم کو

مسلماں بھولے بھالے اور ہندو سیدھے سادے ہوں
نہیں احمق مگر ایسے کہ سمجھیں انگبیں سم کو

نبٹتے آئے ہیں آپس میں اور اب بھی نبٹ لیں گے
اگر تم بن کے ثالث بیچ میں ان کے نہ آ دھمکو

پیتل اور سونا

ادائیں یوں تو جتنی بھی ہیں سب دلفریب ان کی
مگر یہ مغربی معشوق شرمیلے نہیں ہوتے

سمن بویان مشرق کو بھی آتی ہے دل آرائی
اور ان کے دل بھی ان کی طرح پتھریلے نہیں ہوتے

انہیں بھی کھینچتا ہے جذبۂ الفت مگر دل میں
خیال غیر لائیں ایسے چھچھلے نہیں ہوتے

یہاں جن کو نگاہ اولیں ہی کھول دیتی ہے
وہاں برسوں بھی وہ بند قبا ڈھیلے نہیں ہوتے

گھرے گھونگھٹ کی ہر پہچان جن عاشق نوازی کی
رسول پیا ان کے دل کسی حیلے نہیں ہوتے

چمکنا ہی اگر سونے کے زیور کی علامت ہو
تو کیا پیتل کے جو گہنے ہیں چمکیلے نہیں ہوتے

گولیوں کا کھیل

جیل کے افسر خوش گر بربیت ہی سے کیوں
آدمی ہو کر ہیں عاری آدمیت ہی سے کیوں

"بدمعاشی" شیوہ ہے زنداں میں سب احرار کا
اس قدر ضد پھر حکومت کو ہے حریت ہی سے کیوں

کچھ بھی گر ہوتا شریفِ مشرف کو پاسِ دیں
جا کے یہ کمبخت ٹکراتا خلافت ہی سے کیوں

قادیاں جب حجتِ "کلمت" کا منکر نہیں
پھر اسے انکار ہے ختمِ رسالت ہی سے کیوں

روس کی طاقت سے جب برطانیہ خائف نہ ہو
لرزہ بر اندام ہے ترکوں کی ہیبت ہی سے کیوں

چین میں تو چار سو ملین نفوس آباد ہیں
یہ ڈرا نفطاؤں کی مٹھی بھر جماعت ہی سے کیوں

جب ہمارا سینہ حاضر ہے تو اُن کی گولیاں
کھیلتی ہیں خواجہ کی ویدِ تربت ہی سے کیوں

چور اگر دل میں نہ ہوتا پھر سکوتِ جاہلی کیوں
ہند کے طرزِ عمل کو اپنی ہمت ہی سے کیوں

چاند میں تیل

بڑھا جب طالب العلموں کا اصرار
کہ چشمے تیل کے بھی ہیں قمر میں

زمیں ہی کی طرح ہے چاند کی ساخت
وہاں کیوں ہو نہ دہنیت حجر میں

کہا اُستاد نے یہ سب قیاسات
غلط ہیں اہلِ بینش کی نظر میں

اگر جرمِ قمر میں تیل ہوتا
پہنچ جاتا جھٹ انگریزوں کے گھر میں

گرا ہوتا قمر یان کا جھنڈا — پڑے ہوتے شگاف اس کے جگر میں

یہیں موجود لائیڈ جابرج ہوتے — بنائے کیوں مقرّ اپنا قمر میں

اس استقرا کی صحت میں نہیں شک

پڑے ناحق ہو تم بو کے دگر میں

اصلیت

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا

تیرے تیلی گھر میں موٹر بھی ہے اور انجن بھی ہے — بھاپ کے بیکراں بھی ہیں اور برق کا توسن بھی ہے

سیر کو موجود ہے ساری زمین کا صحن بھی — اور فضائے چرخ مینا کار کا آنگن بھی ہے

غرق آہن کشتیاں بھی ہیں قطار اندر قطار — اور فلک پروانہ طیاروں کی اک پلٹن بھی ہے

توپ کے چشمے بھی ہیں جو اک جہاں کو پھونک دیں — جس کی ولّلی میں منہ کا لاہو وہ اینڈھن بھی ہے

آتش افشاں توپ بھی ہے خونچکاں تلوار بھی — مشق کی خاطر کسی کا سینہ و گردن بھی ہے

جج بھی ہیں اُن کی کچہری بھی ہے اور سامانِ تعزیر — بے زبانوں کے لئے انصاف کا مدفن بھی ہے

جیلخانے بھی ہیں جن کی چھت میں شہتیر بھی — اور کسی کے نالۂ شبگیر کا روزن بھی ہے

تا کہ دب جائے اس میں نالۂ مظلوم کی — پاس ہی گرجا بھی ہے گھنٹہ بھی ہے ٹن ٹن بھی ہے

لیکن اے صورتگر بت خانۂ تہذیب نو — کچھ تجھے یاد اپنی شان لم یکن شیئاً بھی ہے

تہذیب

لاش ہمدمی کی جلادی واہ کیا تہذیب ہے
پھر ہوا میں راکھ اڑادی واہ کیا تہذیب ہے

ضد تو اس کو دیں سے تھی لیکن معین الدین کی
قبر پر گولی چلادی واہ کیا تہذیب ہے

راہزن تو خود ہے لیکن تہمت اپنے جنید کی
اولیاؤں پر جمادی واہ کیا تہذیب ہے

کہتے کہتے وعظ امن اور دیتے دیتے درسِ صلح
خون کی ندی بہادی واہ کیا تہذیب ہے

تا کہ اپنے لیمپ میں ہو تیل ہر دو منتظرہ جلے
آگ ہوٹل میں لگادی واہ کیا تہذیب ہے

گر کسی اخبار نے لکھ دی کوئی بے لاگ بات
اس کی جھٹ قرقی کرادی واہ کیا تہذیب ہے

قابلیت کی جب اک اک شرط پوری ہو چکی
قید رنگت کی بڑھادی واہ کیا تہذیب ہے

خاکساروں سے اکڑ کر سر پھروں کے سامنے
عجز سے گردن جھکادی واہ کیا تہذیب ہے

جس نے پیمان وفا باندھا اسی کمبخت کو
اپنے پیماں کی سزا دی واہ کیا تہذیب ہے

یار سے چھینا برادر جب کیا غدر اس نے پیش
جنگ کی دھمکی سنادی واہ کیا تہذیب ہے

دوستی کے پردہ میں ہر قوم سے کی دشمنی
ایک عالم کو دغا دی واہ کیا تہذیب ہے

قادیان لندن میں

منا و اور نفعش کی تصویر بن کر — گئے لندن بشیر الدین محمود
یہ مقصد آپ کا ہے اس سفر سے — کہ سرحد پہ بچھا دی جائے بارود
دکھائے یورپ آ کر اس کو جنّت — جہنم کی لپٹ جس میں ہو موجود
یہ ساری سرزمیں پھر سے بھڑک جائے — اور افغانوں کی جمعیت ہو نابود
کوئی اس دین کے دشمن کو سمجھائے — کہ ساری کوششیں تیری ہیں بے سود
بھلا برطانیہ کو کیا پڑی ہے — کرے دوزخ میں تری خاطر نیچے کود

ہے تو بھی کیا کسی کرتیل کی بیم
بھگا کر لے گئے ہوں جس کو مسعو

سنگٹھنیے

صلاحیں کر رہے ہیں سنگٹھنیے جیٹھ کر باہم — کہ بھارت کے سپوت اور مالوی جی بھگت ہیں سب کے
اکھاڑے کھودیئے ڈنڈ پیلے لٹھ باندھ کر پھر سے — اکڑتے اینٹھتے چلئے بر سر ایذا ہے تینے
مسلماں گر اٹھائیں سر تو برسا دیجئے بنتیں — اب اس ایں خواہ ہوں محتر یا ہوں سہارے نیچے
چھٹی کا دودھ یاد آ جائے ان اور نگسیوں کو — بتا دیں بھاؤ آٹے دال کا ہولام کو بنئے

کہیں گاندھی کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آجانا
تم ان لوگوں کو کیا جانو یہ ہرجائی ہیں فتنے

یہ پرچے دیویوں میں ہیں کہ ان ہی جیتنا ٹھہرا
تو پرتاب اور سانگا کی طرح کے سورما بنتے

مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ شردھانند چلے گئے
کہ کچھ دن آپ بھی اب تختۂ مشقِ جفا بنتے

اُدھر سنگٹھن کی چکی ہے ادھر شدھی کی چھلنی ہے
جو گیہوں کی طرح پستے تو آٹے کی طرح چھنتے

ہماری چلتی گاڑی میں اگر اٹکائیں گے روڑا
تو بچ کر جائیں گے ہم سے نہ [illegible]

میثاقِ ملی

کس کے ہنر نے ٹوٹے ہوئے دل جوڑے تھے کس شوق سے
لکھنو جا کر سن لو قصہ قبلہ عبد الباری سے

صد سال کے بچھڑے ہوؤں کو کس نے ملایا آپس میں
پھوٹ پھر اس میں ڈال دی کس نے اپنی کج رفتاری سے

کام اہنسا سے نہ چلے گا نگری میں اسلام بھی ہے
مالوی جی کرتے ہیں نفرت [illegible] کی [illegible] سے

ووٹ بڑھانے کے لئے دنیا کفر کا لقمہ ایمان کو
آڑ دھرم کی پرجنوں نے لی بھی تو کس ہشیاری سے

پھیل گیا اب جسم کے اندر روگ [illegible]
اب تو خدا ہی ہو جو بچا دے قوم کو اس بیماری سے

آپ کی قلت میں بھی ہو کثرت آپ ہی [illegible] حاکم محکوم
فائدہ ہم کو خاک ملا اس وضع کی خود مختاری سے

آپ ہوں چت پھر بھی ہیں پٹ [illegible]
آنکھیں لیکن پڑ نہیں سکتی معمولی اس عیاری سے

وہی ہے اور آزادے پوچھ [illegible] میثاق کا نام
عقدہ یہ ہرگز کھل نہ سکے گا لاجپت انصاری سے

کاش! وہ قائد [illegible] ہو جائے
ہندو و مسلم ایک ہوئے تھے جس کی علم برداری سے

سیتا اور طوطا

ہوئی کیا وہ بہار اے آریہ ورت · چمن کی زندگی تھے جس کے انفاس
وہ رنگا رنگ پھلواری کہاں ہے · داغوں میں ہے اب تک جس کی بوباس
وہ آزادی کدھر ہے جس سے تجھ کو · نہ آئی اور کوئی بھی ہوا راس
قفس میں بند ہوتی تھی جو طوطی · تو سیتا کو دیا جاتا تھا بن باس
یہ طعنہ بھی سنا تو نے کہ تجھ کو
کبھی بھی تھا نہ آزادی کا احساس

ہمہ اوست یا ہمہ از اوست

جو سوراج کے حامی ہیں · سچے انتر یامی ہیں
لاج اُنہیں سے یوگ کی ہے · دیش بھگت جو سوامی ہیں
رام نے دھارا روپ نیا · بن گئے ایشر نامی ہیں
کیوں اس رنگ میں خود بھگوان · کرتے اپنی غلامی ہیں
دیکھئے اس پر کیا ارشاد
دیتے خواجہ نظامی ہیں

گاندھی اور مالوی

اُدھر گاندھی ہیں تلقین کرتے ہیں اہنسا کی
کہ مضمر ہے نجات اس مسئلہ میں ساری دنیا کی

وہ اُن کی طرح گر شعلہ افشاں ہوں تو ہونے دو
مگر تم پیروی چھوڑو نہ خاموشی میں گنگا کی

تشدد ہو تو دو اُن کو تحمل سے جواب اس کا
کہ عصبیت یوں ہی زائل ہو سکے گی [illegible] کی

اسی حربے سے اُٹھا عیسویت نے روما کو
چلن سیزر کا چھوڑو اور تم سیکھو مسیحا کی

اِدھر سنگھ نے اُٹھ کر مالوی اُپدیش دیتے ہیں
کہ کٹ جائے گی جاتی گر نہ ڈھال ہو گی گیتا کی

ابھی تک نسلِ بابر حکمراں اس دیس پر ہوتی
اہنسا ہی کے بل پر زندگی کٹتی جو سانگا کی

تم اک چانٹے کے بدلے چار چانٹوں کا کرو سامان
یہی تہذیب ہے دراصل کاشی اور متھرا کی

کمر میں گوپیاں پستول گھر سے باندھ کر نکلیں
تو اندر لوک میں خوش آتما ہو گی کنھیا کی

اگر ہتھیار بے لیسنس مل سکتے نہ ہوں تم کو
تو کر سکتے ہو اینٹوں سے مدارات اعدا کی

ہر اک چھوٹا بڑا اس آن سے یہ باتیں دینے لگا
عجب اس وقت حالت ہو رہی ہے ہر دنیا کی

مقلد مالوی جی کے ہوں یا پیرو ہوں گاندھی کے
سراسر آتشی بن جائیں یا ہوں سر بسر خاکی

ہندوؤں کی محکومی کے اسباب

لالہ لاجپت رائے کی تاریخ ہند پر ایک نظر

لاجپت رائے نے تاریخ تو لکھی ہے مگر / جس سے روشن ہو ضمیر اس میں وہ تحکیم نہیں
مسئلہ یہ ہے کہ باوصف عظمت ہنود / کشورِ ہند میں کیوں صاحبِ دیہیم نہیں
سینکڑوں سال سے اغیار کے ہیں کیوں یہ ذلیل / اور سبب ان کی غلامی کے جز اثم نہیں
اس تنزل کے علل پر ہے مورخ کو عبور / لیکن اصلی جو سبب ہے وہی تسلیم نہیں
ہیں فقط اس لئے اغیار کے محکوم ہنود / کہ انہیں دی گئی توحید کی تعلیم نہیں

آج جھک جائیں اگر ایک خدا کے آگے
سرِ افلاک جھکے ان کے ادا کے آگے

خالصہ بھی تو وہی قوم ہے جس کے معبود / کثرت اندوز تھے کاشی کے صنم خانوں سے
ان میں ہی جمع تھے گوسالہ پرستوں کے عیوب / ظلم انساں پہ سوا کرتے تھے حیوانوں سے
کبھی ان کو بھی اچھوتوں سے وہی نفرت تھی / ہندوؤں کو ہے جو ان سوختہ سامانوں سے
ان کی ہر بزم کی رونق بھی بڑھا کرتی تھی / قرنہا قرن سے اوہام کے افسانوں سے
مگر اک گھونٹ پلایا انہیں جب نانک نے / نانک کہ ساقیٔ یثرب کے خمستانوں سے
تو کرامت وہ نمایاں ہوئی ان کے ہاتھوں / جن کو بھی نسبتِ تخصیص مسلمانوں سے

آج تم دیکھ رہے ہو کہ ہوئی ہے پیدا — ید بیضا کی چمک ان کے گریبانوں سے

کاٹنے نکلی ہے زنجیر غلامی کی یہ قوم — اپنے ہی خوں میں نہائی ہوئی کرپانوں سے

اس طرف تیغ و تفنگ اس طرف اک عزم علی — جا کے ٹکرائے ہیں درویش جہانبانوں سے

عقل اور عشق کا یہ معرکہ پھر گرم ہوا — جنگ پھر ہوتی ہے دیوانوں کی فرزانوں سے

شان نمرود اُدھر آن براہیم اِدھر
آتش تیز اُدھر شیوۂ تسلیم اِدھر

تو بھی اے برہمن آئین براہیمی سیکھ — توڑ دے بت کی جو گردن وہ تبر پیدا کر

اب بنا اپنے لیے کوئی نیا ہی مندر — نئی دیوار کے اندر نئے در پیدا کر

تاکہ ہر وقت ترے گھر کی نگہبانی ہو — جس کا ہمسایہ ہو اللہ وہ گھر پیدا کر

جو ہر انسان کی گردن میں حمائل ہو جائے — ایسے زنار کی بندش کا ہنر پیدا کر

جو ابد تک نہ مٹے قشقہ جبیں میں وہ لگا — خاک سے سجدۂ پیہم کا اثر پیدا کر

خود بخود غیر پہ طاری تری ہیبت ہوگی — دل میں پہلے مگر اللہ کا ڈر پیدا کر

سلطنت کی ہے تمنا تو توحید میں جا — خاک اکسیر ہو جس سے وہ نظر پیدا کر

تجھ میں گر علت گوسالہ پرستی نہ رہے
یوں حکومت کو تری قوم ترستی نہ رہے

خالصہ کا پیغام

خالصہ کا قول ہے دم میں تو نہال ہو — گرتری زبان پر ست سری اکال ہو
کرنے دے انہیں جفا تو مگر نہ ہاتھ اٹھا — خواہ کیسی ہی قوی وجہ اشتعال ہو
اک جہاں کے واسطے صدق کی نظیر بن — اک زمانہ کے لئے صبر کی مثال ہو
برچھیوں کے وار کو روکنا اگر پڑے — کینہ سے دھلا ہوا سینہ تیری ڈھال ہو
حق کی جلوہ گاہ میں شانِ کردگار بن — حق کی شاہراہ پر جا بجا نہال ہو
مسلم برشتہ جاں دیکھ تو کہ یہ کہیں — تیری ہی روش نہ ہو تیری ہی نہ چال ہو

ہم تو کٹ کے رہ گئے قتلگاہِ عشق میں
تیز ہو چکی چھری تو بھی حلال ہو

گیانی کا ترانہ

کل شام کے وقت ایک پرسوز حال گیانی — گلیوں میں بجاتا ہوا پھرتا تھا دوتارا
ہر زخمہ سے لگتی تھی نئی چوٹ جگر پر — ہر نغمہ سے کرتا تھا دلوں کو وہ دوپارا
ہر گت سے ملاتا تھا خسلا میں وہ ملا کو — اور چھیڑتا جاتا تھا یہ آہنگِ دل آرا
کچھ تم کو خبر بھی ہے کہ برطانیہ نے کیوں — گدی سے ہمارا مہاراجہ کو اتارا

کیوں خالصہ کی ناؤ پڑی آکے بھنور میں
کیوں ڈوب گیا پنتھ کی قسمت کا ستارا

اس کی یہ خطا تھی کہ ہے ملت سے اسے عشق
اس کا یہ گنہ تھا کہ ہے مذہب اسے پیارا

اس جرم کی تعزیر میں ہم قید تھے کل تک
اور آج گرفتار ہے سردار ہمارا

ہے کوئی حق آگاہ جو باطل سے یہ پوچھے
ہے کوئی جو انگریز سے پوچھے یہ خدارا

کیوں فلسفہ اپنا ہی کیا تم نے فراموش
کیوں اپنے ہی مکتب کا سبق تم نے بسارا

کیوں تم سے ہی مخفی یہ حقیقت کہ ہمیشہ
بہتا نہیں اک سمت میں تقدیر کا دھارا

ڈھلتی ہوئی پھرتی ہوئی اک چھاؤں ہے دولت
تم کون ہو جن سے نہ کرے گی یہ کنارا

دنیا میں نہ یونان ہے نہ روما ہے نہ ایراں
باقی نہ سکندر ہے نہ سیزر ہے نہ دارا

ہم بھی کبھی اس ملک میں تھے جب ضیا دیہم
مشہور رہے تھے ہم تا بہ سمرقند و بخارا

لیکن کبھی احساں کی روش ہم نے نہ بدلی
جو قول دیا ہم نے وہ مر کر بھی نہ ہارا

اک ہم تھے کہ ہم نے جسے پکڑا اسے چھوڑا
اک تم ہو کہ تم نے جسے تاکا اسے مارا

کب تک یہ تشدد یہ مظالم یہ جفائیں
کس دن کے لئے یہ ستم و جور تمہارا

تم کر نہ سکو گے کبھی اس جذبہ کو پامال
گرتی ہوئی قوموں کو سدا جس نے ابھارا

وہ خون جو سکھوں نے بہایا ہے کسی دن
بن جائے گا پنجاب کی تعمیر کا گارا

چین آ نہیں سکتا ہمیں جب تک نہ بٹھائیں
مسند پہ مہاراجہ نابھہ کو دوبارا

مقتلِ ننکانہ

خونِ امرتسر کی سرخی رونقِ ننکانہ ہے
کس قدر رنگیں ہماری بزم کا افسانہ ہے

جنسِ آزادی کی ارزانی مسلّم ہے مگر
خونِ ابنائے وطن اس جنس کا بیعانہ ہے

سر کے بل چل کر اکالی آئے مقتل کی طرف
دل میں ہے شوقِ شہادت اور آزادانہ ہے

جن کے قتلِ عام کا گھر گھر میں ہے ماتم بپا
زندۂ جاوید اُن کی ہمت مردانہ ہے

بے بصر سمجھے ہیں اک انبارِ خاکستر جسے
اس کے ہر ذرہ میں رقصاں شوکتِ شاہانہ ہے

بت گری اس عہد میں ہے عقل و دانش کی دلیل
بت شکن اس دور میں مجنون ہے دیوانہ ہے

گردواروں پر مہنتوں کا تسلط ہو گیا
خانۂ مالک نرائن داس کا بت خانہ ہے

اس کو محفل میں ہے اپنی جلوہ آرائی سے کام
شمع کیا جانے کہ جلتا کس لئے پروانہ ہے

کیا ہوا گر ہاتھ پر تم نے لیا ریشم نصیب
اس کے نیچے تو وہی فولاد کا دستانہ ہے

اک نہ اک دن صورتِ خس غلطاں ہے ایسی حکومت
جو حکومت مذہبی قانون سے بیگانہ ہے

اُس طرف گاندھی کی ہے شوکت علی سے رسم و راہ
اس طرف شیطان سے سرکار کا یارانہ ہے

مرغِ دانا اب نہ ان گھاتوں میں پھنسنے جائے گا
راز دارِ حیلۂ دام و فریبِ دانہ ہے

معرفت کا خم مئے حق سے کبھی خالی نہیں
لطفِ ساقی سے ابھی مصروفِ گردش پیمانہ ہے

کیا ہوا بستی ہماری گر اجڑ کر رہ گئی
کل وہی آباد ہوگا آج جو ویرانہ ہے

شہیدی جتھا

کٹے ہیں جس قدر سر گنگ کے گردوارے میں
ہے درج ان سب کی قربانی خدا کے گوشوارے میں

نہ گھائل کر سکی تھی جن کو تلواریں مغلاں کی
انہیں بھی اس نے تڑپا کر ہی چھوڑا اک اشارے پر

بچے جن کی تفنگوں سے نہ تھے ننھے بچے بھی
ہوا کیا تہذیب مغرب کا اب شاداں کے ہیں تب بے

ابھی دیکھا ہی کیا ہے تم نے اس خونیں تماشے کو
بہت سے کھیل باقی ہیں مداری کے پٹارے میں

جفا کی گرمیٔ بازار مظلومی کی رونق ہے
رہا کرتی ہے ظالم کی تجارت ہی خسارے میں

پلٹ کر زبردست آزار کو اک دن الٹ دے گی
یہی گردش جو ہے اس وقت سکھوں کے ستارے میں

بہائے ہیں جنہوں نے بےکسوں کے خون کے دریا
وہ خود بہ جائیں گے تقدیر کی ندی کے دھارے میں

تمہیں بخشا گیا ہے دیدۂ بینا تو دیکھو گے
ہزاروں راکھ کے ڈھیر اک ننھے سے شرارے میں

جبر اور صبر

جھک گئی سکھوں کے آگے کس طرح سرکار دیکھ
دیکھتے کیوں کر ہیں خوار زبردست آزار دیکھ

ڈوبتی ہے کس طرح منجدھار میں ظالم کی ناؤ
کس طرح ہوتا ہے مظلوموں کا بیڑا پار دیکھ

تو نے جلتے دیکھی ملت فروشوں کی دکاں
سرفروشوں کی بھی آ کر گرمیٔ بازار دیکھ

ماتوی جی کے پرانے ہتھکنڈے کس کام کے
خالصہ جی کا نرالا شیوہ بیکار دیکھ

جبر کی تلوار چلتے چلتے آخر گر گئی
صبر کا ہتھیار کام آیا ہر آخر کار دیکھ

اے کہ تھا بالسمع والطاعت کبھی تیرا شعار
ہو گئے منکر اس حقیقت کے علمبردار دیکھ

اے کہ تیری وضع کو کچھ ضد سی ہو تغییر سے
الحق ایام کی بدلی ہوئی رفتار دیکھ

نوبت اپنے ہیں شہنشاہوں کے درباروں کے ٹھاٹ
اب فقیروں کا بھی جنگل میں لگا دربار دیکھ

کٹ مری سکھوں کی قوم اپنے گرو کے نام پر
تو بھی مسلم اپنی جاں اپنے نبیؐ پر وار دیکھ

صلی اللہ علیہ وسلم

رونق بزم دودۂ آدم صلی اللہ علیہ وسلم
خواجۂ گیہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

جادہ شناس منزل وحدت جلوہ نمائے نور حقیقت
ہادی اکبر مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

خیر مثال فضل مجسم صورت احساں پیکر رحمت
آیۂ لعمت ربک الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہو گئی اس پر ختم رسالت دیتے گئے ہیں جس کی شہادت
موسیٰ عمراں عیسیٰ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

نیل ملک تھا اس کے جلوں میں یعنی تھا کاسِ ختمِ
تا کہ جہاں ہو درہم برہم صلی اللہ علیہ وسلم

جس کو سطوت کبریٰ تھی انکا اس کی شمشیر
گردنِ ہر قل جس سے ہوئی خم صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام کے غازی ہر گئی آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

اُس کی غلامی نے ہمیں بخشا تاجِ سکندر فقر والا — کوکبۂ کے مرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے اونچا پایہ ہے اُس کا اور سکندر سر پہ پائیں گے

ملتِ بیضا پھر تجھے کیا غم صلی اللہ علیہ وسلم

عوارف

خود اپنے دل کے اندر اک جہاں موجود پاتا ہوں — اسی کی سلطنت اچھی اسی پر اختیار اچھا

اگر دیں سے تعزز کر رہے ہی مہذب ہیں — تو ان تہذیب کے پتلوں سے مجھ جیسا گنوار اچھا

نکل جاتی ہو سچی بات جس کے منہ سے مستی میں — فقیہ مصلحت بیں سے وہ رندِ بادہ خوار اچھا

عراق اچھا ہو تو اس کی آرزو اچھی سہی لیکن — وہ پھر بھی نسیہ ہے جس سے کہیں نقد بار اچھا

بے پردے کے چہروں نے بھی دیکھا ہو تماشے — حیا زرفشاں سے لیکن شمع کیلی کا تار اچھا

حسینانِ فرنگ اچھے ہیں لیکن آفتِ جاں ہیں — نہ رکھنا اُس سے بیر اچھا نہ کرنا اُس سے پیار اچھا

مری روزی تنگی قرق اُس نے میری سرکشی پر بھی

خداوندانِ لندن سے مرا پروردگار اچھا

حیاتِ جاوید

رحمتِ باری کم اپنا جوش کر سکتی نہیں — یہ چڑھی ندی قیامت تک اُتر سکتی نہیں

زندۂ جاوید ہے اللہ والوں کا گروہ — اُمتِ مرحوم سو سکتی ہے مر سکتی نہیں

سرورِ کونین خود ہوں ناخدا جس کے وہ ناؤ — لطمۂ طوفان موج افزا سے ڈر سکتی نہیں

ایشیا کی وہ بساطِ کہنہ اُلٹی جا چکی — بازیٔ اسلام یہ دنیا میں سر سکتی نہیں

میں نے یہ مانا کہ جس پر ہو عتاب انگریز کا — اُس کی دنیا ہند میں رہ کر سنور سکتی نہیں

ٹوٹ لے جب تک نہ سر پر اک بنا کوہِ ستم — ایک بھی رات اُس ستم کش کی گزر سکتی نہیں

ہو ان ایذاؤں پہ لیکن شیوہ جس کا صبر و شکر — عاقبت بھی کیا اُس انساں کی سدھر سکتی نہیں

میری حرصِ لذتِ آزار کا عالم نہ پوچھ — سر نہ جب تک جائے نیت میری بھر سکتی نہیں

منزلِ خوفِ خدا ہے مومنِ قانت کا دل — ہیبتِ قیدِ فرنگ اس میں اُتر سکتی نہیں

حرم آتا ہے کہ کیوں حد ادب سے بڑھ کے آہ — لب تک آ جاتی ہے اور دل میں ٹھہر سکتی نہیں

رات ہی ایسی تھی جس کا بھول جانا ہے محال — بات ہی ایسی ہے جو دل سے بسر سکتی نہیں

کفر سے مجھ کو ہے لاگ اور دین سے ہے مجھ کو لگاؤ — کوئی اور الزام دنیا مجھ پہ دھر سکتی نہیں

پانچ سیپاروں کی دولت ہے مرے سینے میں جمع — جس کو انگریزی حکومت قرق کر سکتی نہیں

میں حرم سے اُڑ کے جا بیٹھوں گا شاخِ سدرہ پر — میرے پر تثلیث کی قینچی کتر سکتی نہیں

تمنّا

خدا اسلام کی دولت اگر دے
تو دامن بھی فراخ آنا ہی کر دے

اگر ذوقِ مے آشامی دیا ہے
تو ساغر بادۂ یثرب سے بھر دے

بھرے سارے جہاں کا درد اس میں
اگر پہلو کو تکلیفِ جگر دے

غرض جو کچھ بھی دے اسلامیوں کو
بقدرِ رحمتِ خیر البشر دے

عجم جس کا ہو آنگن اور عرب چھت
مسلمانوں کے بسنے کو وہ گھر دے

ترک اور یورپ

گلیڈسٹن یہ حسرت کنجِ مرقد میں گیا لے کر
کہ یورپ سے نہ نکلے ترک بستر بوریا لے کر

یہی زہراب بھی لائیڈ جارج کے زخموں سے رستا ہے
یہی داغ اپنی پیشانی پہ بونر لا مرا لے کر

قدم بڑھ کر لیے عثمانیوں کے فتح و نصرت نے
بڑھے جب ہاتھ میں جھنڈا رسول اللہ کا لے کر

شہیدوں کے سروں کی قیمت آزادی کی دولت ہے
خود آیا سر کے بل مقتل میں عاشق خوں بہا لے کر

بجز نیچے سے منہ کے پاسبانوں کی نفیریں کے
گئے انگریز قسطنطنیہ کی گلیوں سے کیا لے کر

مسلماں ہے تو دنیا میں خدا کا نور پھیلا دے
حریمِ خواجہ یثرب کی مٹی کا دیا لے کر

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
پھر انجام اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر